عمران سیریز

اسکیپ گرے

مظہر کلیم ایم اے

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

اس کہانی میں مجرموں نے عمران اور پوری سیکرٹ سروس کو اپنی انگلیوں پر ناچنے پر مجبور کر دیا۔

طاقت، عقل، ذہانت، تیزی، طراری اور عیاری میں یہ مجرم عمران اور سیکرٹ سروس سے کئی ہاتھ آگے رہے۔ لیکن عمران کی ٹیڑھی میڑھی کھوپڑی ہر موقع پر نئے گل کھلانے کی عادی رہی ہے۔ اور اس بار بھی اس نے ایسے گل کھلائے کہ یہ خطرناک اور عیار مجرم آخرکار زیرِ دام آ ہی گئے۔ مگر کیسے......؟

اس کا جواب اس ناول کے صفحات پر پھیلے ہوئے الفاظ ہی دے سکتے ہیں۔ ان الفاظ میں سمویا ہوا رونگٹے کھڑے کر دینے والا سسپنس اعصاب کو چٹخا دینے والا ایکشن اور دل کی عمیق گہرائیوں میں اتر جانے والا مزاح جو چہروں پر مسکراہٹوں کے گلاب کھلا دیتا ہے۔

یہ سب کچھ آپ کو اس کہانی کی ہر سطر میں جگمگاتا ہوا ملے گا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ناول ہر لحاظ سے آپ کی توقعات پر پورا اترے گا۔

والسّلام

مخلص

مظہر کلیم ایم اے

صبح ہو چکی تھی۔ تمام افراد گھروں سے نکل کر دفاتر اور دوکانوں کا رخ کر رہے تھے۔ دارالحکومت میں چہل پہل کا آغاز ہو چکا تھا کہ اچانک پورے دارالحکومت کی سڑکیں اخبار فروشوں کی آوازوں سے گونج اٹھیں۔ اخبار فروش چیخ رہے تھے۔

رات جلسہ عام میں صدر مملکت کے سر سے ٹوپی اتار لی گئی۔ مجرم گرفتار نہیں ہو سکے۔ تفصیلات کے لئے اخبار پڑھیے۔ اخبار پڑھیے۔ ہاکر چیخ رہے تھے۔ اور پھر دارالحکومت میں موجود ہر شخص اس عجیب و غریب خبر کی تفصیلات پڑھنے کے لئے بے چین تھا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد تمام دارالحکومت میں اسی خبر پر تبصرے ہو رہے تھے چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔

عمران ڈرائنگ روم سے نکل کر ڈائننگ ٹیبل پر آ بیٹھا اور پھر اس نے میز پر موجود اخبار اپنی طرف کھینچا۔ اور پھر جیسے ہی اخبار کی

سیکنڈ لیڈ پر اس کی نظر پڑی۔ وہ چونک پڑا۔ بے اختیار اس کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

سُرخی تھی ہی ایسی "جلسہ عام میں صدر مملکت کے سر سے ٹوپی غائب ہو گئی" اور پھر عمران نے خبر کی تفصیلات پڑھنی شروع کر دیں، لکھا تھا۔ (سٹاف رپورٹر) رات دارالحکومت کے کمپنی باغ میں صدر مملکت نے ایک عظیم الشان جلسہ عام کی صدارت فرمائی۔ جب وزیر اعظم جلسے سے خطاب فرما رہے تھے تو اچانک سٹیج کے قریب ایک درخت سے ایک آدمی نے چھلانگ لگائی اور وہ سٹیج پر آ گرا۔ اس سے پہلے کہ اس اچانک افتاد پر لوگ سنبھلتے اس آدمی نے صدر مملکت پر جھپٹا مارا اور ان کے سر سے ٹوپی اتار کر سٹیج سے نیچے اتر گیا۔ جب سیکورٹی پولیس اور دیگر حکام اس کے پیچھے دوڑے تو وہ ٹوپی سمیت غائب ہو چکا تھا۔ اس عجیب و غریب واقع کے بعد صدر مملکت نے جلسہ عام منسوخ کر دیا اور اٹھ کر چلے گئے۔ پولیس مصروف تفتیش ہے۔ مگر اب تک نہ مجرم گرفتار ہو سکا ہے اور نہ ہی اس عجیب و غریب حرکت کی کوئی توجیہہ سمجھ میں آئی ہے۔ مزید تفصیلات کا انتظار ہے۔"

عمران نے اخبار دوبارہ میز پر رکھ دیا۔ اور اپنے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ واقعی عجیب و غریب خبر تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے مذاق کیا ہو۔ مگر مذاق والی بات کچھ جچ نہیں رہی تھی۔ بہرحال جو کچھ بھی ہوا بڑا دلچسپ تھا۔ اتنے میں سلیمان ناشتہ کی ٹرالی دھکیلتا اندر داخل ہوا۔ اور پھر اس نے ناشتہ میز پر ترتیب سے رکھ دیا۔ عمران خاموش بیٹھا اسی خبر کے متعلق سوچ رہا تھا۔ سلیمان کے جانے کے بعد وہ چونکا

اور اس نے ناشتے کی طرف ہاتھ بڑھائے۔ اسی لمحے تپائی پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی زور سے بج اٹھی۔

یہ کون صبح صبح دخل در ناشتہ کرنے آ گیا۔ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو ۔۔۔ میں سلطان بول رہا ہوں" دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

"بولتے رہیئے ۔۔۔ اس وقت تک جب تک میں ناشتہ نہ کر لوں" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عمران بیٹے ۔۔۔ ناشتہ بعد میں کرنا ۔۔۔ پہلے اخبار دیکھ لو" دوسری طرف سے سر سلطان نے کہا۔

"کیوں ۔۔۔ کیا اخبار میں کسی خوبصورت لڑکی کے لئے ضرورت رشتہ کا اشتہار موجود ہے" عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"ارے نہیں ۔۔۔ بڑی دلچسپ خبر ہے۔ صاحب صدر کے سر سے رات جلسہ عام میں ٹوپی اتار لی گئی ہے۔" سر سلطان نے کہا۔ ان کے لہجے سے شوخی صاف نمایاں تھی۔

"تو کیا ہوا ۔۔۔ صدر مملکت کوئی غریب آدمی تو نہیں ہے کہ دوسری ٹوپی نہ خرید سکیں۔ اگر ایسا ہے بھی سہی تو عوام پہ ٹوپی ٹیکس لگا دیں۔ ایک ٹوپی تو کیا ایک لاکھ ٹوپیاں آ جائیں گی" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور دوسری طرف سے سر سلطان کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔

"تم مذاق کر رہے ہو اور یہاں صدر مملکت نے پوری مشینری کا

ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر اس طرح ٹوپی اتاری جا سکتی ہے تو انہیں قتل بھی کیا جا سکتا ہے۔" سر سلطان نے کہا۔

"یہ بات تو درست ہے۔ ویسے اس پر سرکاری حکام کی طلبی کی بجائے صدر مملکت کو نماز شکرانہ ادا کرنی چاہیے بلکہ اپنی جان بچنے کی خوشی میں پورے ملک میں سرکاری چھٹی کا اعلان کر دینا چاہیے۔" عمران نے کہا اور سر سلطان ایک بار پھر ہنس پڑے۔

"بہرحال ——— مذاق ایک طرف۔ یہ معاملہ مجھے بے حد سنگین نظر آ رہا ہے۔ اس حرکت کا اعادہ بھی تو ہو سکتا ہے۔ تم خود سوچو اس خبر سے پوری دنیا میں ہمارے حفاظتی نظام کا کتنا مذاق اڑایا جا سکتا ہے۔" سر سلطان نے سنجیدگی سے کہا۔

"تو اس کا سیدھا سادا حل ہے کہ صدر مملکت آئندہ ٹوپی پہنا ہی نہ کریں۔ نہ ٹوپی ہوگی نہ دوبارہ کوئی اسے اتار سکے گا۔ ویسے بھی ٹوپی پہننا آؤٹ آف فیشن ہے۔ آجکل تو لوگ نماز پڑھتے وقت ٹوپی پہننے کا تکلف نہیں کرتے۔ صدر مملکت خواہ مخواہ سر پہ بوجھ لادے پھرتے ہیں۔" عمران نے جواب دیا۔

"تمہیں شاید بے حد بھوک لگی ہے۔ اس لئے تم سنجیدہ نہیں ہو رہے۔ اچھا تم ناشتہ کرو اور پھر سیدھے میرے پاس آؤ۔ باقی بات چیت وہیں ہوگی۔" سر سلطان نے کہا۔

"تو کیا آپ کا مطلب ہے کہ صدر مملکت کے سر سے ٹوپی میں نے اتاری ہے۔" عمران نے بے حد سنجیدہ لہجہ بناتے ہوئے کہا۔

"یہ تو میں نے نہیں کہا۔ البتہ یہ تو ہو سکتا ہے کہ تم اس مجرم کا کھوج

لگاؤ اور اس حرکت کی اصل وجہ معلوم کرو۔" سر سلطان نے کہا۔

"میرا خیال ہے اب مجھے ناشتے کے بعد خودکشی کر لینی چاہیے کیونکہ نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ سیکرٹ سروس اب ٹوپی چوروں کو گرفتار کرتی پھرے۔" عمران نے جواب دیا۔

"تم خودکشی نہ کرو بلکہ میرے پاس آ جاؤ ——— سمجھے اچھے بیٹے۔" سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور پھر رابطہ منقطع ہو گیا۔ وہ رسیور رکھ چکے تھے۔

عمران نے رسیور رکھ دیا اور ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ ناشتہ کرنے کے ساتھ ساتھ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ معاملہ جو بظاہر بالکل معمولی اور مذاق معلوم ہو رہا ہے اس کی تہہ میں کوئی گہری سازش بھی ہو سکتی ہے۔ جو مجرم اس طرح جلسہ عام میں یہ حرکت کر سکتا ہے۔ اس کے ہاتھ یقیناً لمبے ہوں گے اور ہو سکتا ہے کہ یہ حرکت صرف توجہ حاصل کرنے کے لئے کی گئی ہو۔ کیونکہ عمران اپنی زندگی میں ایسے بے شمار مجرموں سے ٹکرا چکا تھا جو نفسیاتی طور پر سیلف پبلسٹی کے لئے عموماً بے حد شائق ہوتے ہیں۔ اور اپنی پبلسٹی کے لئے عموماً ایسی دلچسپ حرکتیں کرتے رہتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ اس واقعے کو سامنے رکھ کر مجرم حکومت کو بلیک میل بھی کر سکتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے ٹوپی چرانے کا معمولی واقعہ کسی خوفناک سازش کی پہلی کڑی ثابت ہو۔

ناشتے کے ساتھ ساتھ عمران کا دماغ بھی تیزی سے سوچنے میں مصروف تھا۔ جب ناشتہ ختم ہوا تو عمران کا ذہن اس نتیجے تک پہنچ چکا تھا کہ جلد ہی اس کا کسی ستم ظریف اور مسخرے مجرم سے واسطہ پڑنے والا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ اسے اچھی طرح علم تھا کہ بظاہر مسخرانہ حرکتیں کرنے والے مجرم دراصل کتنے ظالم اور خوفناک ہوتے ہیں۔ وہ ہنسی ہنسی میں سینکڑوں آدمیوں کا خون کر ڈالتے ہیں۔ ملک تباہ کر دیتے ہیں۔ مگر ان کے چہروں سے مسکراہٹ نہیں ہٹتی۔

ناشتے کے بعد عمران نے ہاتھ دھوتے اور رومال سے منہ صاف کر کے فلیٹ سے باہر نکل آیا۔ سر سلطان کے پاس تو اسے جانا ہی تھا۔

چنانچہ تھوڑی دیر بعد اس کی کار سر سلطان کے دفتر کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھی۔



"ہیلو ——— اسکیپ گرے سپیکنگ"۔ ادھیڑ عمر مگر قوی الجثہ آدمی نے کرخت لہجے میں کہا۔ اس کا چہرہ حد سے زیادہ خوفناک تھا۔ بالائی ہونٹ کٹا ہوا تھا۔ اس لئے دانت صاف نظر آ رہے تھے۔ پیشانی کے درمیان سے بالائی ہونٹ تک زخم کا گہرا نشان تھا۔ اس نشان کی وجہ سے اس کا چہرہ دو برابر حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ آنکھوں میں سرخی چھائی ہوئی تھی۔

بہرحال اس آدمی کا چہرہ اچھے دل گردے کا آدمی بھی دیکھ کر ایک بار تو لرز کر رہ جاتا تھا۔ چہرے سے شیطنت و مکاری صاف ٹپکتی تھی۔ اور

شاید اس لئے اس نے اپنا نام بھی اسکیپ گرے یعنی شیطان رکھا ہوا تھا۔ بہرحال وہ اسم بامسمیٰ تھا۔

"جان سپیکنگ باس"۔ دوسری طرف سے ایک سہمی ہوئی آواز سنائی دی۔

"رپورٹ ———!" گرے نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

"باس ——— ہم کامیاب رہے ہیں ——— صدر مملکت کی ٹوپی اس وقت ہمارے قبضے میں ہے ——— مزید ہدایات دیں۔" جان نے بتایا۔

"گڈ ——— اب ایسا کرو کہ وہ ٹوپی پیک کر کے بذریعہ ڈاک اپوزیشن لیڈر مسٹر چاولہ کو روانہ کر دو اور ارسال کنندہ کی جگہ اس کے بھائی کا پتہ لکھ دینا ——— یہ کام ابھی ہو جانا چاہیئے تاکہ کل صبح کی ڈاک سے ٹوپی مسٹر چاولہ کو وصول ہو جائے"۔ گرے نے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب ——— میں ابھی یہ کام کر دیتا ہوں"۔ جان نے جواب دیا۔

"او کے"۔ گرے نے کہا اور پھر ریسیور یوں کریڈل پر پٹخا جیسے وہ اس سے بری طرح بیزار ہو چکا ہو۔

ریسیور پٹخنے کے بعد اس نے میز کے کونے پر لگا ہوا بٹن دبایا۔ چند لمحوں بعد ایک نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔ اور مودبانہ انداز میں سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

"جمی ———! کل اپوزیشن لیڈر مسٹر چاولہ کو صبح کی ڈاک سے ایک پارسل ملنا ہے ——— تم نے اس ایریا کے پوسٹ مین کا تعاقب کرنا ہے

جب وہ پارسل مسٹر چاولہ کو ڈیلیور ہو جائے تو تم کسی بھی پبلک بوتھ سے انٹلی جنس کے ڈائریکٹر سر رحمان کو ٹیلی فون کر کے یہ بتلانا ہے کہ صدر مملکت کی ٹوپی اپوزیشن لیڈر مسٹر چاولہ کے دفتر میں موجود ہے ——— وہ اسے وہاں سے برآمد کر سکتے ہیں۔" گرے نے جمی کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب ——— آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی۔" جمی نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ——— اب دفع ہو جاؤ۔" گرے نے کرخت لہجے میں کہا اور جمی مڑ کر یوں تیزی سے کمرے سے باہر نکلا جیسے موت اس کا تعاقب کر رہی ہو۔

جمی کے واپس جانے کے بعد گرے چند لمحے خاموش بیٹھا کچھ سوچتا رہا پھر اس نے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک اور بٹن دبا دیا۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک انتہائی خوبصورت لڑکی نیم عریاں لباس میں اندر داخل ہوئی۔ اس کا انداز بھی سہما سہما سا تھا۔ جیسے وہ گرے کی بجائے ملک الموت کے سامنے حاضر ہوئی ہو۔

" الزبتھ ——— تم اولیور کے پاس جاؤ اور اسے میرا حکم پہنچاؤ کہ وہ تمہاری اور پرائم منسٹر کی عریاں تصاویر اس مہارت سے بنائے کہ اصل کا گمان ہو ——— تصاویر قطعی نقش ہونی چاہییں ——— چار پانچ پوز ہونے ضروری ہیں اور پھر ان تصاویر کی دس ہزار کاپیاں تیار کرا کر وہ مجھے پہنچائے ——— یاد رکھو اگر تصاویر ٹھیک نہ ہوئیں تو تم دونوں دوسرا سانس نہیں لے سکو گے ——— جاؤ۔"

گرے نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا اور الزبتھ مودبانہ انداز میں سلام

کر کے واپس مڑ گئی۔

اس کے جانے کے بعد گرے نے طویل سانس لیا۔ اس کے چہرے پر قدرے مسکراہٹ کے تاثرات نمایاں ہو گئے۔ اس سے اس کی صورت اور بھی زیادہ بھیانک ہو گئی

تھوڑی دیر بعد وہ کرسی سے اٹھا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل آیا۔ اب وہ ایک چھوٹی سی راہداری میں موجود تھا۔ جو چند قدم بعد ہی دائیں طرف مڑ گئی تھی۔ پھر جیسے ہی گرے دائیں طرف مڑا، سامنے ایک دروازہ تھا جس کے باہر سٹین گن بردار ایک باوردی چوکیدار کھڑا تھا۔

گرے کو سامنے دیکھ کر وہ فوجی انداز میں اٹن شن ہو گیا مگر گرے اسی طرح گردن اکڑائے آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس کے دروازے کے قریب پہنچتے ہی دروازہ خود بخود کھل گیا اور گرے اندر بڑھتا چلا گیا۔ اس کے اندر جاتے ہی دروازہ ایک بار پھر بند ہو گیا۔

یہ ایک کافی بڑا کمرہ تھا۔ جو ہر قسم کے ساز و سامان سے خالی تھا صرف ایک کونے میں ایک دیوہیکل آہنی الماری موجود تھی۔ گرے سیدھا اس الماری کے پاس پہنچا۔ اس نے جیب سے ایک چپٹا باکس نکالا اور پھر باکس کے کونے سے ایک پتلی سی راڈ باہر کھینچی۔ راڈ کے آخری سرے پر ایک گھنڈی سی بنی ہوئی تھی۔ اس نے وہ گھنڈی الماری کے درمیان میں بنے ہوئے سوراخ میں داخل کی اور پھر باکس کا بٹن دبا دیا۔

چند لمحوں تک گھرر گھرر کی آوازیں آتی رہیں پھر ایک دو دفعہ کلک کی آواز پیدا ہوئی اور گرے نے بٹن آف کر کے راڈ باہر نکال لی

راڈ دوبارہ تہہ کر کے اس نے باکس جیب میں ڈال لیا اور الماری کا ہینڈل گھمایا۔ الماری کے پٹ کھلتے چلے گئے۔ الماری کے اندر مضبوط لوہے کی تاروں کے بنے ہوئے چوڑے باکس رکھے ہوئے تھے اور ان سب باکسز میں مختلف قسم کے سانپ لیٹے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کافی بڑے باکس میں گہرے زرد رنگ کا ایک پتلا سا سانپ موجود تھا۔

گرے نے باکس کی سلاخ پر اپنی انگلی کو زور سے مارا اور دوسرے لمحے سانپ نے تیزی سے سر اٹھایا اور اس نے سلاخ سے اپنا سر ٹکرا دیا۔

"خوب ـــــ تو تم کام کرنے پر آمادہ ہو دوست"۔ گرے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور پھر باکس کے کونے کی سلاخ کو انگوٹھے سے دبایا۔ سلاخ دبتے ہی باکس کا ڈھکنا خود بخود اٹھتا چلا گیا۔ گرے نے اس کے اندر ہاتھ ڈالا اور سانپ کو گردن سے پکڑ کر باہر نکال لیا۔ سانپ نے اس کی گرفت میں تڑپنا چاہا مگر گرے کی گرفت اتنی سخت تھی کہ اس کو تڑپنے کی مہلت بھی نہ ملی اور وہ کسی حقیر کیچوے کی طرح اس کے ہاتھ میں لٹکتا رہ گیا۔

گرے نے اپنا منہ کھولا اور پھر دوسرے ہاتھ سے سانپ کے جبڑوں کو مخصوص انداز میں دبا دیا۔ سانپ کے منہ سے زرد رنگ کے زہر کے چند قطرے اس کے حلق میں ٹپکے اور گرے نے ایک جھرجھری سی لیکر سانپ کو دوبارہ باکس میں پھینک دیا۔ اور دوسرے ہاتھ سے ڈھکن بند کر دیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہونا شروع ہو گیا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے تمام جسم کا خون اس کے چہرے پر اکٹھا ہونا شروع ہو گیا ہو۔

گرے نے الماری بند کی اور پھر واپس مڑا۔ دو چار قدم چلنے کے بعد وہ قدرے لڑکھڑایا مگر پھر سنبھل گیا اور دروازہ اس کے قریب پہنچتے ہی کھل گیا۔ اس وقت تک اس کے چہرے کے عضلات پھڑکنے شروع ہو گئے تھے۔ آنکھیں خون کبوتر کی طرح سرخ ہو چکی تھیں۔

باہر نکل کر وہ چوکیدار کے قریب رک گیا۔ چوکیدار اٹن شن کھڑا تھا البتہ اس کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے۔ کیونکہ گرے جیسے آدمی کا اس کے پاس رک جانا اس کے لئے قیامت سے کم نہیں تھا۔ چوکیدار کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔ کیونکہ گرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنا دل گردے کا کام تھا۔

گرے چند لمحوں تک اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس کے چہرے پر بھیانک سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اور اس نے اپنی کلائی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کتے ـــــ! میری کلائی پر کاٹو"۔

چوکیدار اس کے فقرے پر بوکھلا گیا۔ کیونکہ عجیب و غریب حکم تھا وہ غریب بھلا کیا سمجھتا۔ اس نے نظریں جھکاتے ہوئے اٹک اٹک کر کہا۔

"جناب ـــــ میں بھلا ایسی گستاخی کر سکتا ہوں"۔ اس کے لہجے میں بوکھلاہٹ کے ساتھ شدید خوف تھا۔

دوسرے لمحے گرے کا بھرپور تھپڑ اس کے گال پر پڑا اور وہ غریب اچھل کر دروازے سے جا ٹکرایا۔

"کتے کے بچے ـــــ تمہاری یہ جرأت ـــــ کہ تم میرے حکم کی تعمیل نہ کرو"۔ گرے نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا اور چوکیدار

یوں تیزی سے اُٹھا جیسے وہ تھپڑ کھا کر نہ گرا ہو۔ بلکہ اس نے جمناسٹک کا کمال دکھایا ہو۔ اور پھر وہ تیزی سے گریے کی طرف بڑھا۔ حالانکہ ایک تھپڑ نے اس کا گال پھاڑ دیا تھا مگر خوف کی شدت میں اسے تکلیف کا احساس تک نہ ہوا۔

اس کے قریب آتے ہی گریے نے اپنی کلائی دوبارہ اس کی طرف بڑھا دی اور چوکیدار نے اس کی کلائی پر دانت جما دیئے۔ دوسرے لمحے گریے نے جھٹکے سے اپنا بازو چھڑا لیا۔

"سیدھے کھڑے ہو جاؤ" ——— گریے نے اسے حکم دیا اور وہ غریب دوبارہ اٹن شن ہو گیا۔

مگر دوسرے ہی لمحے اس کی حالت بگڑنے لگی۔ اس کے چہرے کے عضلات پھڑکنے لگے اور وہ لڑکھڑانے لگا۔ اس کا رنگ تیزی سے زرد پڑتا جا رہا تھا۔ زیادہ سے زیادہ دو منٹ گزرے ہونگے کہ وہ دھڑام سے فرش پر گر گیا۔ اور چند لمحے پھڑکنے کے بعد ٹھنڈا ہو گیا۔ رنگ سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس کے جسم کا تمام خون کسی نے نچوڑ لیا ہو۔ چہرہ پھول کر بگڑ گیا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اسے کسی انتہائی زہریلے سانپ نے کاٹ کھایا ہو۔

"ہونہہ ——— ! تمہاری یہی سزا تھی ——— کہ تم اپنی زندگی ختم کر دو ——— گریے کی کلائی پر کاٹنے والا کبھی زندہ نہیں رہ سکتا"

گریے نے بڑی حقارت سے چوکیدار کی لاش کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر آگے بڑھ گیا۔ اس کے چہرے سے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ مکمل نشے میں ہو۔

راہداری مڑ کر وہ واپس پہلے والے کمرے میں آیا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ اب وہ بالکل مطمئن نظر آ رہا تھا۔ اس کے وہاں بیٹھتے ہی دروازے پر دستک ہوئی۔

"کم اِن" ——— گریے نے چونک کر دھاڑتے ہوئے کہا۔

اور پھر ایک ادھیڑ عمر پتلا دبلا شخص اندر داخل ہوا۔ اس کا چہرہ دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ مستقل نشے میں رہتا ہو۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا گریے کے قریب آیا اور پھر خود ہی دھڑام سے کرسی پر گر گیا۔

"ہیلو باس" ——— اس نے خواب آلود لہجے میں کہا۔

"ہیلو سوبرز ——— کیا رپورٹ ہے"۔ گریے نے مسکراتے ہوئے بڑے نرم لہجے میں کہا۔ یہ پہلا آدمی تھا جس سے گریے نے مسکرا کر اور نرم لہجے میں بات کی تھی۔

"باس مچھلی کانٹے میں پھنس چکی ہے ——— بس اب ڈور کھینچنے کی ضرورت ہے۔" سوبرز نے اسی لہجے میں جواب دیا۔ اور پھر جیب سے ایک چھوٹی سی بوتل نکالی۔ اور اس کا ڈھکن کھول کر اسے منہ سے لگا لیا بوتل خالی ہو جانے کے بعد اس نے اسے دیوار کے ساتھ پھینک دیا۔ اور پھر گریے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"باس ——— اب مزید کیا حکم ہے"

"سوبرز ——— میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں اس ملک میں بیٹھا خوش فعلیاں کرتا رہوں۔ میں یہاں سے کام نپٹا کر جلد از جلد جانا چاہتا ہوں ——— بہت سے ملکوں کے آرڈر میرے پاس بک ہو چکے ہیں۔ اب جب تک یہاں کا کام نہیں نپٹے گا میں کیسے واپس

جا سکتا ہوں۔" اسکیپ گرے نے سوبرز کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باس ——— آپ کے حکم کی دیر تھی میں آج ہی ڈور کھینچ لیتا ہوں ——— اور بس کام ہو جائے گا۔" سوبرز نے بے نیازانہ لہجے میں جواب دیا۔

"تم نہیں سمجھتے سوبرز ——— ڈور کھینچنے کے بعد تو کام شروع ہوگا۔ یہ تو مجھے پتہ ہے کہ جب بھی کام شروع ہوا کام ہو جائے گا۔ مگر کام شروع تو ہو۔" گرے نے اس بار قدرے کرخت لہجے میں کہا۔

"باس ——— آپ فکر نہ کریں ——— سوبرز اپنے فرائض بخوبی جانتا ہے۔" سوبرز نے جواب دیا۔ اور پھر کوٹ کی دوسری جیب سے بوتل نکال کر اپنے منہ سے لگالی۔

"ٹھیک ہے ——— کل دس بجے تک تم نے اپنا کام ہر حالت میں کر دینا ہے ——— اس سے زیادہ دیر میرے لئے ناقابل برداشت ہوگی۔" گرے نے قدرے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ اور سوبرز سر ہلاتا ہوا اٹھا اور خراماں خراماں کمرے سے باہر نکل گیا۔

کیپٹن شکیل آج بڑے موڈ میں تھا۔ کافی عرصے تک مسلسل کام کرنے کے بعد چند دن ہوئے وہ فارغ ہوا تھا۔

آج صبح شاپنگ کے لئے نکلا تو اچانک ایک پرانے اور بے تکلف دوست سے ٹکراؤ ہو گیا۔ دونوں بے حد اشتیاق سے ملے۔ اور چونکہ اس کے دوست نے کسی ضروری کام کے لئے جانا تھا۔ اس لئے انہوں نے رات کو سلور گرل ہوٹل میں ملنے کا پروگرام بنایا۔

کیپٹن شکیل نے اپنی کار پارکنگ شیڈ میں کھڑی کی اور پھر چابیوں کے گچھے کو انگلیوں میں ہلاتا ہوا وہ ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ مین گیٹ سے زرق برق اور جدید ترین لباسوں میں ملبوس مرد اور عورتیں آ جا رہے تھے۔ پھر کیپٹن شکیل جیسے ہی اندر جانے کے لئے گیٹ میں داخل ہوا دوسری طرف سے ایک قوی ہیکل خوفناک چہرے والا شخص باہر نکلنے کے لئے آگے بڑھا۔ اور پھر نہ چاہتے ہوئے بھی کیپٹن شکیل کا

کندھا اس کے جسم سے ٹکرا گیا۔

اور دوسرا لمحہ کیپٹن شکیل کے لئے انتہائی غیر متوقع ثابت ہوا۔ جب قوی ہیکل آدمی کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور کیپٹن شکیل کے چہرے پر اس کا بھرپور تھپڑ پڑا۔ کیپٹن شکیل جو معذرت کے موڈ میں تھا، اچانک اور غیر متوقع تھپڑ کھا کر اچھل کر دو فٹ دور ایک میز پر جا گرا ہال میں موجود ہر شخص چونک کر دیکھنے لگا۔ مگر وہ قوی ہیکل شخص تھپڑ مار کر بڑی بے نیازی سے بغیر یہ دیکھے کہ کیپٹن شکیل پر کیا گزری ہے، اکڑتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔

اس کے پیچھے دو اور آدمی بھی باہر نکلے۔ انہوں نے ایک لمحے کیلئے مڑ کر کیپٹن شکیل کی طرف دیکھا۔ ان کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ تھی جیسے کہہ رہے ہو۔ دیکھا ٹکرانے کا نتیجہ۔

کیپٹن شکیل میز پہ گرتے ہی تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ تھپڑ مارنے والا شاید بے حد طاقت ور تھا۔ کیونکہ ایک ہی تھپڑ سے کیپٹن شکیل جیسے آدمی کے منہ سے خون کی لکیر باہر نکل آئی تھی۔

کیپٹن شکیل کی آنکھیں غصے اور بے عزتی کی وجہ سے انتہائی سُرخ ہو گئی تھیں۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے سیاہ پڑ گیا تھا۔

"جانے دیجئے صاحب ——— نجانے کون پاگل تھا۔" ایک آدمی نے کیپٹن شکیل کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے سمجھایا۔

"میں اس سے بھی بڑا پاگل ہوں"۔ کیپٹن شکیل نے بازو جھٹکتے ہوئے انتہائی غصے سے کہا۔ اور پھر وہ تیزی سے دروازے سے باہر لپکا۔

باہر نکل کر اس نے دیکھا کہ وہ قوی ہیکل شخص اور اس کے ساتھی

سیاہ رنگ کی شیورلیٹ کار میں بیٹھ رہے تھے۔ کیپٹن شکیل تیزی سے پارکنگ شیڈ کی طرف بھاگا۔ اس کے ذہن میں لاوا اُبل رہا تھا مگر جب وہ پارکنگ شیڈ کے پاس پہنچا تو سیاہ شیورلیٹ ہوٹل کے کمپاؤنڈ سے باہر نکل چکی تھی۔

کیپٹن شکیل پھرتی سے اپنی کار کی طرف بڑھا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے کار کا دروازہ کھولا اور پلک جھپکنے میں اس کی کار کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح پوری تیز رفتاری سے بیرونی گیٹ کی طرف بڑھی۔ اور چند لمحوں بعد سڑک پہ پہنچ گئی۔ سڑک پر اس وقت بے پناہ رش تھا۔ رش کا یہ عالم تھا کہ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کاروں کا میلہ لگا ہوا ہو۔ اور پھر کیپٹن شکیل کو کافی دور سیاہ شیورلیٹ نظر آ گئی۔

کیپٹن شکیل نے دانت بھینچتے ہوئے ایکسیلیٹر پہ پاؤں کا دباؤ بڑھا دیا۔ اور کار ایک جھٹکے سے دوسری کاروں کی قطاروں سے یوں نکلی جیسے وہ کسی سرکس میں اپنے کمال دکھا رہا ہو۔ مگر کاروں کی تعداد ہی اتنی تھی کہ بے پناہ کوشش کے باوجود کیپٹن شکیل کو راستہ نہ مل سکا۔ اور اسے کار کی رفتار آہستہ کرنی ہی پڑی۔ مگر اس کی نظریں دور جاتی ہوئی شیورلیٹ پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ اڑ کر ان کے پاس پہنچ جائے اور اس تھپڑ مارنے والے کو بتلا دے کہ کسی کو تھپڑ مارنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ مگر وہ کیا کرتا۔ ٹریفک کی وجہ سے بے بس تھا۔

بہرحال وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ آج اُسے بخشے گا نہیں۔ چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔

چنانچہ وہ مسلسل ان کا تعاقب کرتا رہا۔ اس غصے میں اسے اپنا وہ

دوست بھی بھول چکا تھا۔ جو ہوٹل میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا ہوگا اور یقیناً اسے گالیاں بھی دے رہا ہوگا۔

سڑک پار کرنے کے بعد جب وہ چوک کراس کر کے مارٹن روڈ کی طرف بڑھا تو اس سڑک پر رش کسی قدر کم تھا۔ چنانچہ کیپٹن شکیل نے سیاہ کار کے قریب تر ہونے کی کوشش شروع کر دی۔ مگر سیاہ کار بھی کافی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

غرضیکہ یہ یکطرفہ تعاقب جاری رہا اور پھر جس وقت کیپٹن شکیل کی کار سیاہ شیورلیٹ کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہوئی تو اس وقت وہ ماڈرن کالونی کے علاقے میں تھی۔ دوسرے لمحے سیاہ شیورلیٹ ایک عظیم الشان کوٹھی کے گیٹ میں داخل ہو گئی۔

کیپٹن شکیل جو اس کو کور کرنے کے لئے کافی تیز رفتاری سے کار دوڑائے چلا آ رہا تھا۔ سیاہ شیورلیٹ کے اچانک کوٹھی میں مڑ جانے کی وجہ سے جھونک میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ اور پھر اس کی کار کے بریک کچھ دور جا کر چرچرائے

اس نے پوری قوت سے دائرے میں گھماتے ہوئے کار بیک کی۔ اور دوسرے لمحے اس کی کار بھی کوٹھی کے گیٹ میں داخل ہوتی چلی گئی۔ سیاہ شیورلیٹ پورٹیکو میں موجود تھی۔ کیپٹن شکیل نے سیاہ شیورلیٹ کے قریب جا کر پوری قوت سے بریک ماری اور ٹائر ایک تیز چیخ مار کر زمین کے سینے پر جم گئے۔

کیپٹن شکیل نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا اور پھر اچھل کر باہر آ گیا۔ دوسرے لمحے وہ ایک ایک کی بجائے اکٹھی چار سیڑھیاں پھلانگتے

ئے برآمدے پر چڑھ گیا۔ ابھی تک اس کا چہرہ غصے سے رخ ہو رہا تھا۔ آنکھوں میں انتقام کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ مگر ں کے باوجود اسے اتنا ہوش ضرور تھا کہ وہ کسی کوٹھی کے اندر زبردستی اخل نہیں ہونا چاہتا تھا۔ کیونکہ ایسا خلاف تہذیب تھا۔ چنانچہ وہ ال بیل کی طرف بڑھا مگر ابھی وہ کال بیل کے قریب نہیں پہنچا تھا کہ برآمدے کے بغلی دروازے سے ایک نوجوان باہر نکل آیا۔

کیپٹن شکیل تیزی سے اس کی طرف مڑ گیا۔ اس کے منہ سے نکلنے والی خون کی لکیر ابھی تک اس کی ٹھوڑی اور ٹھوڑی سے ہوتی گردن تک موجود تھی۔ اور گال پر انگلیوں کے نشانات بھی صاف نظر آ رہے تھے نوجوان اسے دیکھ کر حیران کھڑا رہ گیا۔

"وہ کہاں ہے جنگلی ریچھ ——— جس کا چہرہ بے حد بھیانک ہے وہ جو ابھی ابھی سلور گرل ہوٹل سے اس سیاہ کار میں واپس آیا ہے" کیپٹن شکیل نے نوجوان کے قریب جا کر غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"آپ کون ہیں ——— اور کس کے متعلق بات کر رہے ہیں؟ آرام سے بات کریں" ——— نوجوان نے حیرت انگیز تحمل اور سکون سے جواب دیا۔ البتہ اس کی آنکھوں میں پُراسرار سی چمک ابھر آئی تھی۔

"جو میں پوچھ رہا ہوں ——— اس کا جواب دو نوجوان ——— میں نہیں چاہتا کہ اس جنگلی سور کی بجائے تم میرے ہاتھ سے مارے جاؤ ——— اس نے سلور گرل میں میرے منہ پر تھپڑ مارا ہے اور

میں اس تھپڑ کے بدلے اس کو کچا چبا جاؤں گا ـــــــ" کیپٹن شکیل نے انتہائی جوش کے عالم میں نوجوان کا بازو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

"آپ گرے کے متعلق بات کر رہے ہیں ـــــ ان کی عادت ہی ایسی ہے ـــــ بہرحال میں ان کی جگہ آپ سے معافی مانگنے کے لئے تیار ہوں ـــــ میں ان کا سیکرٹری ہوں اور اچھی طرح جانتا ہوں کہ اگر انہیں پتہ چل گیا کہ آپ انتقامی جذبہ لے کر آئے ہیں ـــــ تو پھر آپ کو یہاں سے اپنی جان بچا کر لے جانا ناممکن ہو جائے گا۔"

نوجوان نے بڑے تحمل سے کیپٹن شکیل کو سمجھاتے ہوئے کہا مگر اس کے لہجے میں چھپی ہوئی دھمکی کیپٹن شکیل کو اور بھی مشتعل کر گئی۔

اس نے اچانک دونوں ہاتھ اس نوجوان کے پہلوؤں پر رکھے اور دوسرے لمحے وہ نوجوان اس کے بازوؤں پر اٹھتا چلا گیا۔

پھر اس سے پہلے کہ وہ نوجوان سنبھلتا۔ غصے میں بھرے ہوئے شکیل نے پوری قوت سے اسے دیوار کے ساتھ دے مارا۔

نوجوان کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور وہ دیوار سے ٹکرا کر بے حس و حرکت فرش پر گر پڑا۔

اسی لمحے برآمدے میں موجود تقریباً تمام دروازے کھل گئے۔ اور دس کے قریب مسلح مشین گنوں والے آدمیوں نے کیپٹن شکیل کو گھیر لیا۔ دس مشین گنوں کا رخ کیپٹن شکیل کی طرف تھا۔ اور کیپٹن شکیل غصے سے بھرا نرغے میں آئے ہوئے شیر کی طرح اکڑا کھڑا تھا۔

"کہاں ہے وہ جنگلی ریچھ گرے ـــــ بلاؤ اسے"۔ کیپٹن شکیل

نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"شٹ اپ ـــــ تم باس کے متعلق نازیبا الفاظ کہہ کر زندہ نہیں رہ سکتے"۔ ایک لمبے تڑنگے نوجوان نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"میں کہتا ہوں یا تو اس کو میرے پاس لے آؤ ـــــ یا مجھے اس کے پاس لے چلو ـــــ میں جب تک اپنے انتقام کی آگ نہ بجھا لوں ـــــ مجھے سکون نہ ہوگا"۔ کیپٹن شکیل نے بدستور دھاڑتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اس کی بات کا جواب دیتا۔ دروازے سے ایک آدمی نمودار ہوا۔

"اس آدمی کو باس کے پاس لے جاؤ" ـــــ اس نے مسلح آدمیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نوجوان آخر تمہاری موت نے تمہیں آواز دے ہی دی"۔ اسی لمبے تڑنگے آدمی نے زہرخند لہجے میں کیپٹن شکیل کے پہلو میں مشین گن کی نال کا ٹھوکا دیتے ہوئے کہا۔

"چلو ـــــ" کیپٹن شکیل نے اطمینان سے کہا۔

اس کے لہجے سے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اب وہ مطمئن ہو گیا ہو۔

دس مسلح آدمیوں کے نرغے میں چلتا ہوا کیپٹن شکیل راہداریوں اور چار کمروں سے گزرنے کے بعد ایک بڑے کمرے میں داخل ہوا اور ان کے وہاں پہنچتے ہوئے کمرہ خودبخود نیچے اترتا چلا گیا۔ اور پھر کافی دیر

بعد ایک جگہ رُکا تو کیپٹن شکیل باہر نکل آیا۔ یہ ایک طویل راہداری تھی جس میں آٹو میٹک سیڑھی سسٹم تھا۔

وہ سب راہداری کے اولین کونے میں کھڑے ہو گئے۔ اور فرش تیزی سے سرکتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ راہداری کے آخری کونے میں ایک کافی بڑا دروازہ تھا۔ جیسے ہی وہ اس کے قریب پہنچے، فرش رُک گیا۔ ایک آدمی نے دروازے پر بڑے مؤدبانہ انداز میں دستک دی۔

"کم اِن ــــــ" اندر سے کسی کی دھاڑ سنائی دی۔

اور پھر اس آدمی نے دروازے کو دبا کر کھولا اور کیپٹن شکیل کو اندر چلنے کا اشارہ کیا۔

کیپٹن شکیل نے دیکھا کہ وہاں موجود ہر آدمی کا چہرہ زرد ہو گیا تھا۔ شاید وہ خود اندر جانے سے خوفزدہ تھے۔ مگر کیپٹن شکیل سر اٹھائے اندر داخل ہو گیا۔ اس کے ساتھ صرف پانچ مسلح آدمی اندر گئے۔

کیپٹن شکیل نے دیکھا کہ یہ ایک خاصا وسیع کمرہ تھا۔ جس کے صرف دو دروازے تھے۔ درمیان میں ایک کافی بڑے میز کے پیچھے وہی قوی ہیکل اور انتہائی خوفناک صورت کا گوریلا نما انسان بیٹھا ہوا تھا اس کا چہرہ زخم کے نشان کی وجہ سے دو حصوں میں بٹا ہوا تھا اور آنکھیں خون کبوتر کی طرح بے سرخ تھیں۔

کیپٹن شکیل چند لمحوں تک بڑی بے نیازی سے کھڑا کمرے کا جائزہ لیتا رہا۔ جبکہ اس کے ساتھ آنے والے بڑے مؤدبانہ انداز میں سر جھکائے کھڑے تھے۔ اسکیپ گرے بڑی دلچسپ نظروں سے کیپٹن شکیل

کو دیکھ رہا تھا۔

اسے نوجوان کی بے جگری اور بے نیازی پر حیرت ہو رہی تھی۔ اور پھر وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور قدم بہ قدم چلتا ہوا کیپٹن شکیل کی طرف بڑھنے لگا۔ اب کیپٹن شکیل نے بھی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں لیکن دوسرے ہی لمحے کیپٹن شکیل کو اپنی نظریں جھکانی پڑیں کیونکہ گرے کی آنکھوں میں کسی زہریلے سانپ جیسی چمک تھی۔ اور اگر کیپٹن شکیل فوراً اپنی نظریں نہ جھکاتا تو یقیناً حرکت کرنے سے بھی معذور ہو جاتا۔

اسکیپ گرے اس کے قریب آکر رُک گیا۔

"یہاں کیوں آئے ہو ــــــ؟" اچانک اس کی زوردار دھاڑ سے کمرہ گونج اٹھا۔

"تمہارے تھپڑ کا جواب دینے ــــــ!" کیپٹن شکیل نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔

"ہا۔ ہا۔ ہا ــــــ بہت خوب ــــــ نوجوان ہمیں تمہاری یہ جرأت بہت پسند آئی ــــــ اس لئے ہم نے تمہارے متعلق کیا ہوا فیصلہ تبدیل کر دیا ہے ــــــ" اسکیپ گرے کے خوفناک قہقہے سے کمرہ گونج اٹھا۔

مگر ابھی قہقہے کی گونج ختم نہیں ہوئی تھی کہ کیپٹن شکیل کے بازو نے برق کی طرح حرکت کی اور پھر قہقہے کے ساتھ تھپڑ کی زوردار آواز سے کمرہ گونج اٹھا۔

کیپٹن شکیل نے پوری قوت سے تھپڑ مارا تھا مگر وہ دیو ہیکل گرے تھپڑ کی وجہ سے صرف چند قدم لڑکھڑا کر رہ گیا۔ حالانکہ کیپٹن شکیل کو یقین

تھا کہ کسی اور کو یہ تھپڑ پڑا ہوتا تو وہ یقیناً اڑ کر دس فٹ دور جا گرتا۔

کیپٹن شکیل کا تھپڑ کچھ اتنا غیر متوقع اور اچانک تھا کہ مسلح آدمی حیرت سے بت بنے کے کھڑے رہ گئے۔ اور جب انہیں ہوش آیا تو انہوں نے تیزی سے مشین گنوں کا رخ اس کی طرف کیا اور ٹریگر دبانے ہی لگے تھے کہ اسکیپ گرے نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں روک دیا۔ اس کی آنکھوں کی چمک بے حد بڑھ گئی تھی۔ چہرہ غصے کی شدت سے پہلے سے بھی زیادہ خوفناک ہو گیا تھا۔ وہ بڑی گہری نظروں سے کیپٹن شکیل کو دیکھ رہا تھا۔ جیسے اسے کچا چبا جائے گا۔

"تمہارے تھپڑ کا جواب میں نے دے دیا ہے۔ اب میرا تمہارا کوئی جھگڑا نہیں۔ اس لئے اگر تم صلح چاہتے ہو تو میں تیار ہوں ورنہ دوسری صورت میں یاد رکھو کہ میری بجائے نقصان تمہارا ہی ہوگا ——" کیپٹن شکیل نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔ اس کے لہجے سے بھی محسوس ہو رہا تھا کہ بدلہ لینے کے بعد اب وہ پرسکون ہو گیا ہے۔

"جوان —— شاید اس دنیا میں تم پہلے آدمی ہو جس نے اسکیپ گرے پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت کی ہے —— اسکیپ گرے تو اپنی طرف انگلی اٹھانے والے کا ہاتھ توڑ دینے کا عادی ہے۔ تم نے تو بہرحال ہاتھ اٹھایا ہے —— اب تم خود اندازہ کر لو کہ عنقریب تمہارا کیا حشر ہوگا۔"

اسکیپ گرے نے بڑے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔ مگر کیپٹن شکیل سمجھ رہا تھا کہ اس سکون کے پیچھے کتنا بڑا طوفان چھپا ہوا ہے۔ مگر وہ بھی عمران کے ہاتھوں کا تربیت یافتہ تھا۔ اس لئے بجائے گھبرانے کے

اس نے بے نیازی سے کندھے جھٹکے اور پھر لاپرواہی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ جیسے اسے اسکیپ گرے کی دھمکیوں کی کوئی پرواہ نہ ہو۔

اور پھر دوسرے لمحے وہ بری طرح چونک پڑا۔ کیونکہ پہلی بار اس کی نظریں میز پر پڑے ہوئے بنڈل پر پڑیں۔ اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ بنڈل عریاں تصاویر کا تھا جس میں اس ملک کے وزیر اعظم کسی غیر ملکی لڑکی کے ساتھ انتہائی غیر اخلاقی پوز میں تھے۔

کیپٹن شکیل اس تصویر کو دیکھ کر اتنا حیران ہوا کہ ایک لمحے کے لئے وہ اپنا ماحول بھول گیا اور وہی لمحہ اس پر بے حد بھاری پڑا کیونکہ اسکیپ گرے نے کسی بھینسے کی طرح دوڑ کر اس کے سینے پر پوری قوت سے ٹکر ماری اور کیپٹن شکیل کمان سے نکلے تیر کی طرح اچھل کر تقریباً پانچ فٹ دور سنگی دیوار کے ساتھ جا ٹکرایا۔ اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی بے حد کوشش کی مگر تکلیف اس شدت کی تھی کہ اسے سانس گھٹتا ہوا اور دماغ میں اندھیرا چھاتا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے جب کیپٹن شکیل دیوار سے ٹکرا کر گرا تو بے ہوش ہو چکا تھا۔

اسکیپ گرے چند لمحے گہری نظروں سے کیپٹن شکیل کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے حقارت سے فرش پر تھوکتے ہوئے کہا۔

"بزدل چوہا —— مجھ سے ٹکرانے آیا تھا۔"

"باس —— ! اجازت ہو تو اسے گولی مار دیں"۔ ایک نوجوان نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

"نہیں —— ! میں اسے اتنی آسانی سے نہیں مرنے دوں گا۔ میں اسے تڑپا تڑپا کر ماروں گا —— فی الحال اسے سیکس بلاک میں ڈال

دو"۔۔۔۔۔ ایکیپ گرے نے دوبارہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

اور اس کا حکم ملتے ہی مسلح آدمیوں نے بیہوش کیپٹن شکیل کو اٹھایا اور کمرے سے باہر نکل گئے۔

کیپٹن شکیل کو جب ہوش آیا تو اس نے کراہ کر کروٹ بدلی اور پھر اس کا دماغ جاگ اٹھا دوسرے لمحے وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔ مگر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں فرش پر پڑا ہوا تھا۔ کمرہ بالکل خالی تھا جو باہر سے بند تھا۔ کمرے کی چھت پر موجود ایک بلب جل رہا تھا۔

کیپٹن شکیل اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اُٹھتے ہوئے اس کے منہ سے بے اختیار کراہ نکل گئی۔ اور اس نے اپنا ایک ہاتھ سینے پر رکھ لیا جس جگہ اس گینڈے نے ٹکر ماری تھی۔ وہاں اب بھی شدید درد ہو رہا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے سینے کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہوں۔

کیپٹن شکیل نے دانت بھینچتے ہوئے سوچا کہ نجانے اس گینڈے نے اسے زندہ کیسے چھوڑ دیا۔ ویسے اب اس کے ذہن سے انتقام کا بھوت اتر چکا تھا۔ تھپڑ کے جواب میں تھپڑ مار کر وہ اپنی تسکین حاصل کر چکا تھا۔ اب اس کی حس جاسوسیت جاگ اٹھی تھی۔ کیونکہ جس لمحے اس کی نظر پرائم منسٹر کی عریاں فوٹو پر پڑی تھی۔ اس کا ذہن بڑی تیزی سے سوچنے میں منہمک تھا۔ ان کے انتظامات اور کوٹھی کے اندر مسلح آدمی دیکھ کر ہی اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ نادانستگی میں کسی مجرم تنظیم سے ٹکرا چکا ہے۔

اور جب سے اس نے میز پر پرائم منسٹر کی عریاں تصاویر کا بنڈل

دیکھا تھا۔ اُسے یقین ہو چکا تھا۔ چونکہ اس کا کسی سے ٹکرانے وغیرہ کا کوئی موڈ نہ تھا۔ وہ تو ایک بے تکلف دوست سے ملنے گیا تھا۔ اس لئے نہ ہی اس کی جیب میں ریوالور تھا اور نہ ہی کوئی ٹرانسمیٹر۔

اگر اس کے پاس ٹرانسمیٹر ہوتا تو یہیں سے ایکسٹو کو کال کر کے تمام صورت حال بتلا دیتا۔ اور مجرم آج ہی قابو آجاتے۔

اس لئے اب ضروری تھا کہ وہ کسی طرح اس اڈے سے باہر نکل جائے تاکہ مجرم گرفتار ہو سکیں۔ یہ فیصلہ کر کے وہ دروازے کی طرف بڑھا مگر دروازہ باہر سے بند تھا۔ دروازے کا لاک آٹومیٹک تھا کیونکہ چابی کا سوراخ نظر آ رہا تھا۔ کیپٹن شکیل نے کی ہول سے آنکھ لگا دی۔ اور پھر دوسری طرف اسے ایک راہداری دکھائی دی راہداری میں بھی بلب کی روشنی موجود تھی۔ کیپٹن شکیل سمجھ گیا کہ رات ہو چکی ہے۔ اس نے دو دفعہ دروازے کو زور زور سے بجایا تاکہ اگر کوئی راہداری میں موجود ہو تو اسے معلوم ہو جائے۔ مگر دو دفعہ دستک دینے کے باوجود جب کوئی ردعمل محسوس نہ ہوا تو وہ سمجھ گیا کہ راہداری خالی ہے۔ اب مسئلہ تھا تالا کھولنے کا۔ اس کے لئے تار کی ضرورت تھی۔ کیپٹن شکیل نے ادھر اُدھر نگاہ دوڑائی۔ مگر کوئی چیز اسے ایسی نظر نہ آئی جسے وہ تار کی جگہ استعمال کر سکتا۔

ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسے راہداری میں قدموں کی آواز آتی ہوئی سنائی دی۔ کیپٹن شکیل چونک پڑا۔ اس نے اس آواز کی طرف کان لگا دیئے۔ آنے والا ایک ہی آدمی تھا اور پھر جب وہ دروازے کے قریب آ کر رُک گیا۔ تو کیپٹن شکیل دبے قدموں پیچھے ہٹا

اور پھر جس جگہ وہ پہلے لیٹا ہوا تھا اسی جگہ لیٹ گیا۔ اور اس نے آنکھیں میچ لیں۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھُلا اور پھر ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ لیکن شکیل مچی ہوئی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

کمرے میں داخل ہوتے وقت وہ آدمی بے حد چوکنا تھا۔ مگر جب اس نے کیپٹن شکیل کو اسی طرح بے ہوش پڑے دیکھا تو وہ ڈھیلا ہو گیا۔

کمال ہے ــــــ ابھی تک بے ہوش ہے ــــــ وہ بڑبڑاتا ہوا کیپٹن شکیل کے قریب آ گیا اور پھر اس نے جُھک کر کیپٹن شکیل کے سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔ شاید وہ اندازہ کرنا چاہتا تھا کہ کہیں وہ بے ہوشی کے دوران ختم ہی تو نہیں ہو گیا۔

ادھر کیپٹن شکیل بھی اسی تاڑ میں تھا۔ جیسے ہی آنے والے نے جھک کر اس کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ کیپٹن شکیل نے پھُرتی سے اس کا گلا دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا، کیپٹن شکیل نے دونوں ہاتھوں کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا اور دوسرے لمحے اس کا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ کیپٹن شکیل نے اسے نیچے لٹاتے ہی اس کی سٹین گن اٹھالی۔ وہ چند لمحے کچھ سوچتا رہا اور پھر اس نے تیزی سے اپنا لباس اتارا اور اس کا لباس پہن لیا۔ اپنا لباس اس نے اسے پہنا دیا گو یہ لباس اس کے جسم پر قدرے تنگ تھا مگر اس کے باوجود گزارا ہو گیا۔ لباس تبدیل کر کے اس نے دروازہ کھولا اور کمرے سے باہر آ گیا۔

یہ ایک چھوٹی سی راہداری تھی جو دائیں طرف سے آگے جا کر بند ہو جاتی تھی اس لئے کیپٹن شکیل بائیں طرف مُڑ گیا۔ پھر جہاں راہداری مڑی اچانک

ایک سٹین گن بردار اس کے سامنے آ گیا۔

"کیا ہوا راک ــــــ اس آدمی کو نہیں لاتے"۔ دوسرے نے پوچھا۔

"نہیں ــــــ وہ بے ہوش ہے"۔ کیپٹن شکیل نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

"ٹھہرو ــــــ تمہاری آواز کیوں بدلی ہوئی ہے"۔ دوسرے نے کرخت لہجے میں کہا اور کیپٹن شکیل رک گیا۔ مگر اس نے دونوں ہاتھوں میں پکڑی ہوئی سٹین گن کو تیزی سے نال کی طرف سے پکڑ لیا اور پھر وہ جھٹکے سے مڑا۔ دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی سٹین گن ہوا میں اس طرح بلند ہو کر دوسرے آدمی کی کھوپڑی پر پڑی جیسے بجلی کا کوندا لپکا ہو۔ ضرب اتنی طاقت سے پڑی تھی کہ دوسرا آدمی بغیر کوئی آواز نکالے وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اس کی کھوپڑی دو حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ کیپٹن شکیل انتہائی تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ اب وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ راستے میں آنے والی ہر رکاوٹ کو ختم کر دے گا

راہداری مڑ کر ایک دروازے کے سامنے ختم ہو گئی۔ کیپٹن شکیل نے دروازے کے قریب جا کر کان لگا دیئے۔ دوسری طرف خاموشی تھی۔ کیپٹن شکیل نے دروازے کو دبایا مگر دروازہ بند تھا۔ اس نے کی ہول سے آنکھ لگا دی تو اس نے دیکھا کہ یہ کسی کی خواب گاہ تھی اور سامنے ہی پلنگ پر کوئی سویا ہوا تھا۔ کیپٹن شکیل نے ایک طویل سانس لی اور پھر سیدھا ہوتے ہوئے اس نے پوری قوت سے ٹکر بازی کر دی۔ اس کے انداز سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے بڑی جلدی ہو۔ چند لمحے تک ٹکے مارنے کے بعد اس نے جھک کر ایک بار پھر کی ہول سے

آنکھ لگا دی اور پھر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ پلنگ سے اتر کر دروازے کی طرف آنے والی نوجوان لڑکی تھی۔ جب وہ دروازے کے قریب پہنچی تو کیپٹن شکیل سیدھا ہو گیا اور پھر دروازہ کھلتا چلا گیا۔

کیپٹن شکیل نے لڑکی کو زور سے دھکا دیا اور پھر اندر قدم بڑھا دیئے لڑکی اچانک دھکا لگنے سے پشت کے بل نیچے فرش پر جا گری۔ کیپٹن شکیل نے سٹین گن کا رخ اس کی طرف کر دیا۔

"اٹھ کر کھڑی ہو جاؤ ——— اور خبردار اگر چیخنے چلانے کی کوشش کی تو گولی مار دوں گا۔" کیپٹن شکیل نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔ اور وہ لڑکی حیرت زدہ چہرہ لئے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اب کیپٹن شکیل کو احساس ہوا کہ اس نے لڑکی کو کہیں دیکھا ہے۔ دوسرے لمحے اس کے ذہن میں ایک جھپاکا سا ہوا اور وہ سمجھ گیا کہ ان عریاں تصاویر میں پرائم منسٹر کے ساتھ یہی لڑکی تھی۔ لڑکی ابھی تک حیرت سے گنگ کھڑی تھی۔

"دیکھو لڑکی ——— تم نے ہمارے ملک کے پرائم منسٹر کی تصویر کے ساتھ اپنی تصویر جعلی طور پر بنوائی ہے۔ اس لئے میں تمہیں قتل کرنے کے لئے آیا ہوں۔" کیپٹن شکیل نے پہلے سے بھی زیادہ کرخت لہجے میں کہا۔

"م ——— مگر ——— تم کون ہو اور یہاں تک کیسے پہنچ گئے۔" لڑکی نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"میں ملٹری سیکرٹ سروس کا رکن ہوں ——— اور خاص طور پر تمہیں قتل کرنے آیا ہوں ——— اب تم مرنے کے لئے تیار ہو

جاؤ۔" کیپٹن شکیل نے سٹین گن کی نال اس کے سینے پر رکھتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

اس کا لہجہ اتنا سخت اور سرد تھا کہ لڑکی کو یقین ہو گیا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ کر بھی گزرے گا۔

"م ——— مگر ——— میرا کیا قصور ——— مجھے تو باس نے حکم دیا تھا۔ اگر میں باس کا حکم نہ مانتی تو وہ میری بوٹیاں اڑا دیتا۔ اگر تم نے کچھ کہنا ہے تو باس سے کہو۔" لڑکی نے انتہائی خوفزدہ لہجے میں جواب دیا۔

"تمہارے باس کو تو میں ختم کر کے آ رہا ہوں ——— اس کا تم فکر نہ کرو ——— اب تمہاری باری ہے۔" کیپٹن شکیل نے سٹین گن کی نال اس کے سینے پر رکھتے ہوئے کہا۔

کیپٹن شکیل کی بات لڑکی کو یوں محسوس ہوئی جیسے اس کے سر پر بم پھٹ پڑا ہو۔ وہ حیرت سے بت بن گئی۔ وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ کوئی شخص اتنے خطرناک باس کو بھی مار سکتا ہے۔ مگر اس اجنبی کی یہاں کھلے عام موجودگی اس بات پر دلالت کرتی تھی کہ وہ سچ کہہ رہا ہے اب اسے یقین ہو گیا کہ اس کی زندگی نہیں بچ سکتی۔ جو شخص باس کو قتل کر سکتا ہے وہ اسے کہاں چھوڑے گا۔ خوف کے مارے اس کا تمام جسم لرزنے لگا۔

"م مگر ——— کیا تم مجھے معاف نہیں کر سکتے ——— یقین کرو میں آئندہ کوئی غلطی نہیں کروں گی۔" لڑکی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے انتہائی التجائیہ لہجے میں کہا۔

کیپٹن شکیل چند لمحے سوچتا رہا جیسے وہ اس کش مکش میں مبتلا ہو کر لڑکی کی بات مان لے یا نہ مانے۔ پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"لڑکی ——— ! نہ جانے کیوں مجھے تم پر رحم آ رہا ہے ——— میں تمہیں ایک صورت میں معاف کر سکتا ہوں کہ تم مجھے کسی خفیہ راستے سے یہاں سے باہر لے جاؤ۔ میں تمہارے باس کو ختم کرنے کے بعد کسی اور کے سامنے نہیں آنا چاہتا۔ کیونکہ اس طرح مجھے دیر ہو جائے گی اور تھوڑی دیر بعد ملٹری یہاں بمباری کرنے والی ہے۔" کیپٹن شکیل نے کہا۔

"کیا مجھے اپنے ساتھ بچا کر لے جاؤ گے" لڑکی نے امید افزا لہجے میں کہا۔ اب وہ مکمل طور پر کیپٹن شکیل کے ڈاج میں آ چکی تھی۔

"ہاں ——— مجھے تم پر رحم آ گیا ہے ——— میں تمہیں بچا لوں گا" کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"چلو پھر" ——— لڑکی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے پلنگ کے قریب موجود نائٹ گون اٹھا کر جسم پر لپیٹا اور شکیل کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

لڑکی کیپٹن شکیل کو ساتھ لئے غسل خانے میں آ گئی اس نے فلش ٹینکی کا ہینڈل ایک جھٹکے سے اوپر کیا اور پھر اسے زور سے دائیں طرف دبایا تو ٹینکی والی دیوار اپنی جگہ سے ہٹتی چلی گئی۔

اب وہاں ایک اور کمرہ تھا۔ وہ دونوں اس کمرے میں پہنچ گئے۔ یہاں سے سیڑھیاں نیچے اتر رہی تھیں۔ وہ دونوں تیزی سے سیڑھیاں

اترتے چلے گئے۔ آخری سیڑھی پر لڑکی رک گئی اور اس نے قریب کھڑے کیپٹن شکیل کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"اس دروازے کے دوسری طرف دو آدمی پہرہ دے رہے ہیں۔"

کیپٹن شکیل نے لڑکی کو بازو سے پکڑ کر ایک طرف ہٹایا اور پھر خود دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے پوری قوت سے دروازے پر لات ماری۔ دروازے کے پٹ ایک دھماکے سے کھلتے چلے گئے۔ اور کیپٹن شکیل اچھل کر دوسری طرف چلا گیا۔ دوسرے لمحے اس نے دروازے کے دونوں طرف کھڑے ہوئے مسلح آدمیوں کو ایک لمحے میں فرش پر گرا دیا۔ ایک کے سر پر اس نے پوری قوت سے سٹین گن ماری۔ اور دوسرے کے پیٹ میں لات۔ اور جیسے ہی وہ نیچے گرے۔ کیپٹن شکیل نے بجلی کی سی تیزی سے سٹین گن کو نال سے پکڑا اور پھر اسے لاٹھی کی طرح ان دونوں کے سر پر مار دیا۔ اور وہ دونوں اس کے بعد اس قابل ہی نہ رہے کہ اٹھ سکیں۔

لڑکی بھی اب اندر آ گئی تھی۔ سامنے ایک طویل سرنگ نظر آ رہی تھی۔

"اب اس سرنگ کے دروازے پر ایک آدمی موجود ہے اور پھر ہم آزاد ہوں گے۔" لڑکی نے کہا اور کیپٹن شکیل لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے سرنگ میں بھاگنے لگا۔

کافی دور جا کر سرنگ نے ایک تنگ سا موڑ کاٹا اور لڑکی نے کیپٹن شکیل کو آہستہ ہونے کا اشارہ کیا۔ وہ سمجھ گیا کہ دروازہ قریب آ چکا ہے۔ اب وہ پنجوں کے بل آگے بڑھ رہے تھے اور پھر سرنگ کا آہنی دروازہ نظر آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک کیبن بنا ہوا تھا۔ جس کی کھڑکی میں سے ایک

آدمی صاف نظر آ رہا تھا۔

کیپٹن شکیل نے لڑکی کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ تاکہ اس آدمی کی توجہ اس کی طرف ہو جائے۔ اور وہ خود دیوار کے ساتھ کھسکتا ہوا کیبن کی طرف بڑھا۔

"کون ہو تم اور یہاں کیسے آئی ہو"——— کیبن میں کھڑے ہوئے آدمی کی نظر جیسے ہی الزبتھ پر پڑی۔ وہ حیران ہو کر کیبن سے باہر نکل آیا۔ اور اسی وقفے میں کیپٹن شکیل بھی کیبن کی سائیڈ میں پہنچ چکا تھا۔ اس نے مشین گن کو نال سے پکڑ رکھا تھا۔ لڑکی ابھی تک وہیں کھڑی تھی اور پھر وہ چوکیدار اپنے ہاتھ میں موجود مشین گن کا رُخ لڑکی کی طرف کئے آگے بڑھ آیا۔ اس سے پہلے کہ اس کی توجہ کیپٹن شکیل کی طرف ہوتی، کیپٹن شکیل نے پھرتی سے وار کیا اور چوکیدار کٹے ہوئے شہتیر کی طرح فرش پر گر گیا۔

کیپٹن شکیل نے اس کے گرتے ہی دو وار اور کئے اور چوکیدار چند لمحے تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔

"دروازے کا بٹن اندر کیبن میں ہے"۔

لڑکی نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور کیپٹن شکیل اندر کیبن میں داخل ہو گیا۔ تاکہ بٹن دبا سکے۔ مگر اس سے پہلے وہ چوکیدار کے ہاتھ سے مشین گن نہ لینا بھول گیا تھا۔ وہ کوئی رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔

مگر اس کے باوجود آخر کار وہ مار کھا گیا۔ کیونکہ جیسے ہی وہ کیبن میں داخل ہوا، لڑکی نے کیبن کی سائیڈ میں لگا ہوا ایک چھوٹا سا بٹن دبا دیا اور کیبن کا دروازہ ایک چرچراہٹ کے ساتھ بند ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی کیبن کی سائیڈ میں بنی ہوئی کھڑکی بھی بند ہو گئی۔ اور کیپٹن شکیل اس

آہنی پنجرے میں قید ہو کر رہ گیا۔

لڑکی اسے قید کرتے ہی تیزی سے واپس پلٹی اور سرنگ کے دروازے کی طرف دوڑنے لگی۔ وہ شاید باس کے پاس پہنچ کر اطلاع دینا چاہتی تھی۔

ادھر کیپٹن شکیل کو احساس ہو گیا کہ لڑکی دھوکہ دے گئی ہے۔ اس نے تیزی سے ادھر اُدھر دیکھا اور جب باہر نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہ آیا۔ تو اس نے کیبن کے دروازے کی طرف مشین گن کی نال کا رُخ کیا اور پھر ٹریگر دبا دیا۔ مشین گن کی نال سے گولیاں نکل نکل کر آہنی چادر کو چھلنی کرتی چلی جا رہی تھیں

اور پھر ایک مشین گن کا میگزین ختم ہونے کے بعد اس نے چوکیدار سے لی ہوئی اسٹین گن کا فائر کھول دیا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ اچانک ایک زور کا کھٹکا ہوا اور کیبن کا آہنی دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ شاید اس کا میکنزم ٹوٹ چکا تھا۔

دروازہ کھلتے ہی کیپٹن شکیل اچھل کر باہر آیا۔ اور اسی لمحے اس پر گولیوں کی بوچھاڑ ہو گئی۔

کیپٹن شکیل پھرتی سے کیبن کی آڑ میں ہو گیا۔ اور پھر اس نے سرنگ کی طرف رُخ کر کے سٹین گن کا ٹریگر دبا دیا۔ مگر موڑ کی وجہ سے چونکہ مقابل اسے نظر نہیں آ رہے تھے۔ اس لئے گولیاں دیواروں سے ٹکرا کر رہ گئیں۔

کیپٹن شکیل کو احساس ہو گیا کہ اگر وہ فوری طور پر سرنگ سے باہر نہ نکلا تو یہ سرنگ اس کی قبر بھی بن سکتی ہے۔ سٹین گن بھی اس

وقت تک کارآمد ہے جب اس کا میگزین چلتا ہے۔ اس کے بعد وہ بے دست و پا ہو کر رہ جائے گا۔ چنانچہ اس نے یہ سوچ کر ہاتھ روک لیا۔ اس کی نظریں جہاں سرنگ کے موڑ پر جمی ہوئی تھیں، وہاں وہ کن انکھیوں سے دروازے کی پوزیشن کو بھی دیکھ رہا تھا۔

اور پھر اسے دروازے کی جڑ کے قریب ایک موٹی سی تار جاتی ہوئی نظر آگئی۔ وہ سمجھ گیا کہ اس تار کے ذریعے دروازے کے میکنزم کو کنٹرول کیا جاتا ہوگا۔

اسی لمحے اچانک اسے موڑ پر دو آدمیوں کے سر نظر آئے اور کیپٹن شکیل نے فوراً ٹریگر دبا دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک آدمی چیخ مار کر آگے گرا۔ دوسرا دوبارہ چھپ گیا تھا۔

اسی لمحے کیپٹن شکیل نے پھرتی سے سٹین گن کا رُخ اس تار کی طرف کیا اور ٹریگر دبا دیا۔ گولیاں ٹھیک نشانے پر لگیں۔ اور ایک دھماکے کے ساتھ تار کے پرخچے اڑ گئے۔ اس لمحے کیپٹن شکیل پر دوبارہ گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی اور جواب میں کیپٹن شکیل نے بھی فائر کھول دیا۔ فائرنگ دوبارہ رک گئی۔ شاید مخالف بھی اس کا میگزین ختم کرانا چاہتے تھے۔

کیپٹن شکیل نے ایک بار پھر دروازے کے ہینڈل اور اس کے آس پاس گولیاں برسائیں۔ اس بار نتیجہ اس کی حسب توقع نکلا۔ میکنزم تو پہلے ہی ٹوٹ چکا تھا۔ اب تالا ٹوٹتے ہی دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ کیپٹن شکیل نے سرنگ کی طرف سٹین گن کا رخ کر کے بے تحاشہ گولیاں برسانا شروع کر دیں۔ اور پھر اچانک اس نے کیبن کی آڑ سے جمپ لگایا

اور دروازے سے باہر جا گرا۔ باہر گرتے ہی وہ تیزی سے اٹھا اور پھر دائیں طرف بھاگتا ہوا کھیت میں گھستا چلا گیا۔ وہ حتی الوسع تیزی سے دوڑ رہا تھا۔ تاکہ جب تک مجرم دروازے کے قریب پہنچیں وہ کافی دور جا چکا ہو۔

اور تھوڑی دیر بعد وہ کافی دور آ چکا تھا۔ اس نے ایک جگہ رک کر جب کھیت سے تھوڑا سا سر اوپر کیا تو اس نے مجرموں کو دروازے کے سامنے کھڑا دیکھا۔ وہ تعداد میں پانچ تھے۔ اور وہ لڑکی بھی ان کے ساتھ تھی۔ وہ پریشانی سے اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔

کیپٹن شکیل نے نظروں ہی نظروں میں فاصلے کا اندازہ کیا کہ آیا سٹین گن کی گولیاں ان تک پہنچ سکتی ہیں یا نہیں اور جب اسے اندازہ ہو گیا تو اس نے ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہو کر ان کا نشانہ لیا اور ٹریگر دبا دیا۔ یہ ان کی حماقت تھی کہ وہ اس طرح کھلی جگہ پر آزادانہ کھڑے تھے۔

چنانچہ پہلی ہی بوچھاڑ میں وہ لڑکی اور تین آدمی الٹ کر پیچھے جا گرے اور باقی دو اچھل کر سائیڈوں میں ہو گئے۔ اور کیپٹن شکیل ایک بار پھر آگے بھاگنے لگا۔ اسے یقین تھا کہ مجرم اس کا پیچھا کرنے کی جرأت نہیں کریں گے۔ بھاگتے بھاگتے وہ جلد ہی ایک سڑک تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔

اس نے سڑک کے قریب پہنچتے ہی سٹین گن ایک کھیت میں پھینکی اور سڑک پر بڑے اطمینان سے چلنے لگا۔ جلد ہی اسے ایک خالی ٹیکسی مل گئی اور کیپٹن شکیل نے اسے اپنے فلیٹ کا پتہ بتا کر تیزی سے چلنے کے لئے کہا۔ وہ جلد از جلد ایکسٹو کو رپورٹ دے کر مجرموں کے اڈے پر حملہ

کرانا چاہتا تھا۔ تاکہ مجرموں کو اڈہ چھوڑنے کی مہلت بھی نہ ملے۔

جلد ہی وہ اپنے فلیٹ پہنچ گیا اور اس نے جاتے ہی ٹیلیفون کا رسیور اٹھایا اور ایکسٹو کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

عمران ابھی دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا تھا کہ بلیک زیرو نے تیز لہجے میں اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"عمران صاحب ۔۔۔ معاملات بےحد خطرناک رخ اختیار کر گئے ہیں ۔۔۔ ابھی ابھی پرائم منسٹر نے ڈائریکٹ مجھے ٹیلیفون کیا ہے"۔ بلیک زیرو کا چہرہ جوش سے سرخ ہو رہا تھا۔

"مبارک ہو بھائی ۔۔۔ اب تو پرائم منسٹر سے براہ راست تعلقات ہو گئے ہیں ۔۔۔ کچھ ہماری بھی سفارش کر دو۔ بڑے کام پھنسے ہوئے ہیں"۔ عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے معصوم لہجے میں کہا۔

"عمران صاحب ۔۔۔ فار گاڈ سیک سنجیدہ ہو جائیں"۔ طاہر نے بڑی بے بسی سے کہا۔

"یار سنجیدہ ہو کر کیا کروں ۔۔۔ میرے بھتیجوں کو سکول میں داخلہ نہیں مل رہا۔ حالانکہ منسٹر تک کی سفارش کرا چکا ہوں۔

بھانجے کو نوکری نہیں مل رہی۔ حالانکہ اس غریب نے بی ایس سی انجنیئرنگ میں یونیورسٹی ٹاپ کی ہے ۔۔۔ پڑھ پڑھ کر بے چارہ پتھر ہو چکا ہے ۔۔۔ اب میری پرائم منسٹر سے صاحب سلامت نہیں کہ میں ان سے سفارش کروں ۔۔۔ اس لئے یار تمہاری مہربانی ۔۔۔ ان سے کہہ کر یہی کام تو کرا دو"۔ عمران نے اسی لہجے میں جواب دیا۔

"عمران صاحب ۔۔۔ میں کیا کہوں ۔۔۔ آپ تو سنجیدہ ہی نہیں ہوتے"۔ طاہر بے چارہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"کیا خاک سنجیدہ ہوں ۔۔۔ میرے بھانجے بھتیجوں کا مستقبل تاریک ہو رہا ہے اور تمہیں سنجیدگی کا دورہ پڑا ہوا ہے"۔

عمران نے جواب دیا اور بلیک زیرو اب بیچارہ کیا کہتا۔ وہ خاموش ہو کر رہ گیا۔

عمران چند لمحے تو اسے بغور دیکھتا رہا۔ پھر اس کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ بلیک زیرو کوئی خاص بات کہنا چاہتا ہے۔ ورنہ اس کی باتوں سے اتنا پریشان نہ ہوتا۔

"اچھا ۔۔۔ بتلاؤ کیا بات ہے"۔ عمران نے اس بار سنجیدگی سے پوچھا۔

"عمران صاحب ۔۔۔! ابھی تھوڑی دیر پہلے پرائم منسٹر کا ٹیلیفون آیا تھا ۔۔۔ وہ بے حد پریشان ہیں"۔ بلیک زیرو نے تیزی سے چونک کر کہنا شروع کر دیا۔

"بلیک زیرو ۔۔۔ تمہید میں وقت مت ضائع کیا کرو"۔ عمران

نے اس بار سخت لہجے میں کہا۔ اس کے لہجے سے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ایک ایک لمحہ قیمتی ہو۔

"سوری سر ــــ پرائم منسٹر نے بتلایا ہے کہ انہیں بلیک میل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے ــــ پرائم منسٹر کو آج کی ڈاک میں ایک لفافہ ملا ہے جس میں تین مختلف فوٹو تھے۔ اس میں وزیر اعظم اور ایک لڑکی کو عریاں اور فحش انداز میں دکھایا گیا ہے ــــ ساتھ ہی ایک خط ہے جس میں انہیں دھمکی دی گئی ہے کہ اگر انہوں نے مطالبات تسلیم نہ کئے ــــ تو اس جیسی ہزاروں تصویریں ملک میں پھیلا دی جائیں گی۔ اور غیر ملکی پریس کے حوالے کر دی جائیں گی۔ پرائم منسٹر صاحب اس دھمکی سے بے حد پریشان ہیں"۔ بلیک زیرو نے تفصیل بتلائی۔

"اور وہ مطالبات کیا ہیں ــــ؟" عمران نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔

"یہ اس خط میں درج نہیں ہیں ــــ بلکہ یہ ہدایت ہے کہ اگر وہ راضی ہیں تو کل کے اخبار میں ناسازیٔ طبع کا اعلان کر دیں۔ پھر انہیں مطالبات بھیجے جائیں گے"۔ بلیک زیرو نے بتلایا۔

"بہت خوب ــــ خاصی دلچسپ بلیک میلنگ ہے۔ مگر ہمارا اس سے کیا تعلق ــــ یہ تو انٹیلی جنس کا کام ہے۔ وہ خود ہی اس سے نبٹے گی"۔ عمران نے لاپروائی سے جواب دیا۔

"نہیں جناب ــــ پرائم منسٹر صاحب نے سپیشل درخواست کی ہے کہ اس کیس کو ہمارا محکمہ ڈیل کرے۔ کیونکہ یہ نہ صرف ان کی ذاتی

عزت بلکہ پورے ملک کی عزت کا سوال ہے"۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"تم نے ان کی درخواست یقیناً قبول کر لی ہوگی"۔ عمران نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اور میں کیا کر سکتا تھا"۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"تو پھر کام کرو اور ڈھونڈو اس بلیک میلر کو ــــ مجھے کیا کہتے ہو"۔ عمران نے غصیلے لہجے میں جواب دیا اور میز پر پڑا ہوا ٹیلیفون اپنی طرف کھسکایا۔

بلیک زیرو اب کیا کہتا۔ خاموش ہو رہا۔

اس سے پہلے کہ عمران ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ عمران نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو ــــ" عمران نے بڑے کرخت لہجے میں کہا۔ وہ شاید ابھی تک غصے میں تھا۔

"سلطان سپیکنگ ــــ عمران کہاں ہے"۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔

"عمران بول رہا ہوں ــــ سر فرمائیے"۔ عمران نے بدستور پہلے والے لہجے میں جواب دیا۔

"عمران ــــ! تمہیں شاید ابھی ابھی پرائم منسٹر نے فون کیا ہوگا ــــ انہوں نے مجھے بھی سفارش کے لئے کہا ہے کیونکہ وہ یہ جانتے ہیں کہ یہ تمہارے محکمے کا کیس نہیں ہے۔ مگر بیٹے تم اسے محکمانہ انداز میں ڈیل کرو۔ بلکہ ملک کی عزت کو سامنے رکھ کر کام کرو"۔ سر سلطان نے کہا۔

"مجھ سے تو بات نہیں ہوئی ـــــ طاہر نے بات کی تھی۔ مگر مجھے ایک بات بتلائیں کہ آخر یہ انٹیلی جنس کا محکمہ کیا کرتا رہتا ہے جو اب معمولی سے بلیک میلر کو گرفتار کرنے کے لئے بھی مجھے ہی آگے آنا پڑے گا ـــــ کل کو آپ کہیں گے کہ کسی منسٹر کی لڑکی گھر سے فرار ہوگئی ہے ـــــ اسے بھی تلاش کر کے واپس لے آؤں گا" عمران نے بڑے طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔

"بہرحال ـــــ کچھ بھی ہے ـــــ میں ذاتی طور پر درخواست کرتا ہوں" سر سلطان نے کہا۔

"اب آپ ذاتی درخواست کر رہے ہیں تو ظاہر ہے آپ کا کہا تو نہیں ٹال سکتا ـــــ آپ ایسا کریں کہ بلیک میلر کی مرضی کے مطابق اخبار میں خبر دے دیں ـــــ جب اس کا مطالبہ سامنے آئے تو پھر مجھے بتلائیں ـــــ اور ہاں وہ خط اور تصویریں دانش منزل بھجوا دیں"

عمران نے بلیک زیرو کو آنکھ مارتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو مسکرا دیا۔

"ٹھیک ہے ـــــ شکریہ" سر سلطان نے جواب دیا اور رابطہ ختم ہوگیا۔

"کچھ اپنے محکمے کا رعب بھی ڈالا کرو حکام پر ـــــ وہ ہمیں کہیں بھاڑے کا ٹٹو نہ بنالیں کہ جب چاہا اور جہاں چاہا آگے کر دیا۔ اب دیکھو میں نے سو سو احسان کر کے بات مان لی ہے۔ ورنہ کام تو ہمیں کرنا ہی ہے ـــــ کیونکہ وزیراعظم کو براہ راست بلیک میل

کرنے والا بلیک میلر کوئی معمولی مجرم نہیں ہو گا ـــــ اور نہ ہی اس نے دو چار لاکھ روپے طلب کرنے ہیں" عمران نے بلیک زیرو کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"آئندہ احتیاط رکھوں گا جناب" ـــــ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا۔ ٹیلی فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی۔ عمران نے رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو ـــــ" عمران نے کہا۔

"سر ـــــ! میں شکیل بول رہا ہوں ـــــ میرے پاس ایک اہم خبر ہے" دوسری طرف سے کیپٹن شکیل کی آواز سنائی دی۔

"بتاؤ ـــــ" عمران نے کرخت لہجے میں کہا۔

"سر ـــــ میں نے انتہائی خطرناک مجرموں کے اڈے کا سراغ لگا لیا ہے ـــــ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہاں میں نے پرائم منسٹر کی ایک غیر ملکی لڑکی کے ساتھ عریاں اور فحش تصویروں کا بنڈل بھی دیکھا ہے" کیپٹن شکیل نے بتایا۔

"کیا ـــــ کیا ـــــ پرائم منسٹر کی عریاں تصاویر ـــــ" عمران یکدم چونک پڑا۔ اور اس کی بات سن کر قریب بیٹھا بلیک زیرو بھی حیرت سے اچھل پڑا۔

"جی ہاں جناب ـــــ! میں بڑی مشکل سے ان کے اڈے سے نکل کر آسکا ہوں۔ میرا خیال ہے ہمیں فوری طور پر اس اڈے پر چھاپہ مارنا چاہیئے" کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"مختصر لفظوں میں حالات بتاؤ۔" عمران نے کہا اور کیپٹن شکیل نے اڈے میں جانے اور وہاں سے نکلنے اور اس گینڈے کے متعلق سب کچھ بتا دیا۔

باس کا حلیہ سن کر عمران ایک بار پھر چونک پڑا۔ کیونکہ حلیہ سنتے ہی اس کے ذہن میں کچھ پرانی یادیں ابھر آئیں۔

"حلیہ تفصیل سے بتاؤ ——!" عمران نے کہا اور کیپٹن شکیل نے باس کا حلیہ پوری تفصیل سے بتا دیا۔

"ٹھیک ہے —— میں ممبران کو کال کر کے کہہ دیتا ہوں۔ آپ سب فوری طور پر اڈے پر چھاپہ ماریں۔ مگر مجھے امید کم ہے کہ اب وہاں سے کچھ ملے۔ بہرحال کوشش کریں کہ کوئی نہ کوئی اہم دستاویز وغیرہ وہاں سے مل جائے۔" عمران نے جواب دیا اور ریسیور رکھ دیا۔

"بلیک زیرو —— ! جولیا کو کہہ کر ماڈرن کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ پر چھاپہ مارنے کا فوری انتظام کراؤ۔ انہیں ساتھ ہی یہ بھی ہدایت دو کہ وہ بے حد محتاط رہیں۔ کیونکہ جس آدمی کا حلیہ کیپٹن شکیل نے بتلایا ہے۔ اگر واقعی وہی آدمی ہے جو میں سمجھ رہا ہوں تو پھر ہمارا مقابلہ انتہائی چالاک، عیار اور ظالم شخص سے پڑے گا"۔ عمران نے بلیک زیرو کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔ اور خود اٹھ کر لائبریری کی طرف بڑھ گیا۔

بلیک زیرو نے ریسیور اٹھا کر جولیا کے نمبر ڈائل کئے اور اسے چھاپے کے متعلق ہدایات دینے لگا۔

عمران تھوڑی دیر بعد لائبریری سے واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک فائل موجود تھی۔ عمران نے فائل کھول کر سامنے رکھ کر کافی دیر تک اس کا مطالعہ کرتا رہا اور پھر اس نے ایک طویل سانس لے کر فائل بند کی اور بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"بلیک زیرو —— ! ہمارے ملک پر اسکیپ گرے نے حملہ کر دیا ہے۔ میں اس مجرم سے آکسفورڈ کے زمانے میں ایک بار پہلے بھی ٹکرا چکا ہوں —— یہ بے حد خطرناک عیار اور ظالم شخص ہے —— مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ انتہائی ستم ظریف بھی واقع ہوا ہے۔ مجرم اس انداز میں کرتا ہے کہ جرم کی نوعیت عجیب عجیب بن جاتی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ صدر مملکت کی ٹوپی اڑانے کا کام بھی اسی کا ہو تاکہ پرائم منسٹر پر رعب جمایا جا سکے کہ اگر وہ ٹوپی اتار سکتا ہے تو سر بھی گردن سے علیحدہ کر سکتا ہے اور اب مجھے قطعی امید نہیں ہے کہ ممبروں کو اڈے میں سے کچھ ملے۔ بلکہ ہمارے ممبر ہی الٹا کسی مصیبت میں پھنس سکتے ہیں —— یہ تو کیپٹن شکیل کی خوش قسمتی تھی کہ وہ اتنے خطرناک مجرم کے پنجے سے نکل آنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔" عمران نے کہا۔

بلیک زیرو نے فائل کھولی اور اسے پڑھنے لگا۔ فائل میں صرف ایک ہی کاغذ تھا جو عمران کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔

"یہ تو آپ کی ذاتی یادداشت ہے۔" بلیک زیرو نے چونک کر کہا۔

"ہاں ـــــــ اس مجرم کے متعلق کہیں بھی ریکارڈ موجود نہ ہے ـــــــ میں نے صرف ریکارڈ مکمل کرنے کے لئے اپنے طو یادداشت لکھ کر رکھ دی تھی تاکہ ریکارڈ مکمل ہو جائے۔ ورنہ تصور بھی نہیں تھا کہ کبھی پھر اس مجرم سے ٹکرانا پڑے گا کیونکہ یہ بہت اونچے ہاتھ مارنے کا عادی ہے اور زیادہ تر یورپ میں کام کرتا ہے۔ پہلی بار اس نے ایشیا کا رخ کیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ معاملہ بیحد خطرناک سے گہرا ہوگا" عمران نے جوا دیا اور پھر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں ماڈرن کالونی میں جا رہا ہوں تاکہ ممبروں کے چھاپے کو چیک کروں۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ وہ ضرور اس کے پھند میں پھنس جائیں گے۔"

"عمران نے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نک گیا۔ اور بلیک زیرو کو اب صحیح معنوں میں احساس ہوا کہ اسکیپ گر کتنا خطرناک مجرم ہوگا کہ عمران کو اپنے ساتھیوں کے پھنسنے کا یقین چکا ہے جبکہ تمام ممبران سمجھدار اور منجھے ہوئے جاسوس ہیں۔

گرے کا چہرہ غصے کی شدت سے سیاہ پڑ گیا۔ اس کی آنکھوں میں غصے کے چراغ تو ایک طرف ـــــــ سرخ لائٹیں جل اٹھی تھیں۔ اور سامنے وہ لڑکی الزبتھ اور چار آدمی سر جھکائے کھڑے کانپ رہے تھے۔

انہوں نے ابھی ابھی گرے کو کیپٹن شکیل کے فرار کی خبر سنائی تھی۔ ان میں سے دو تو وہ تھے جو کرے اور گیلری میں اس کے ہاتھوں بے ہوش ہوتے تھے اور باقی دو وہ تھے جو سرنگ سے بچ کر واپس آئے تھے۔

گرے نے غصے کی شدت سے میز پر اتنے زور کا مکہ مارا کہ میز کی سطح ایک دھماکے سے ٹوٹ گئی اور گرے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"تم پانچوں نا اہل ثابت ہو چکے ہو ـــــــ ایک عام سا آدمی ہمارے اتنے مضبوط اڈے سے یوں آسانی سے باہر نکل جائے تو ہم پہ

لعنت ہے" —— گرے نے غصّے سے دہاڑتے ہوئے کہا۔

"مم —— مگر جناب —— وہ شخص عام آدمی نہیں تھا اس کے لڑنے اور گولیاں چلانے کا انداز بتلا رہا تھا کہ وہ نہ صرف اس پیشے سے تعلق رکھنے والا ہے بلکہ انتہائی ماہر اور چالاک شخص ہے"۔ ایک آدمی نے لرزتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"شٹ اپ —— یو نان سنس سن آف بیچ —— اگر وہ تھا بھی سہی تو تمہیں میں نے اس لئے ملازم رکھا ہے کہ صرف اناڑیوں کو ہی ٹوکتے رہو اور ماہروں سے مار کھا جاؤ" —— گرے نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا اور پھر جیب سے خنجر نکال کر اس نے الزبتھ کو مخاطب کر کے کہا۔

"کتیا کی بچی —— تمہاری وجہ سے وہ یہاں سے بھاگ سکا ہے اگر تم اسے سُرنگ کا راستہ نہ دکھاتیں تو وہ زندگی بھر یہاں سے فرار نہ ہو سکتا —— اس لئے سب سے پہلے مرنے کا حق تمہارا ہے"۔ گرے نے کہا اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ نے بجلی کی سی تیزی سے حرکت کی اور خنجر اس کے ہاتھ سے نکل کر سیدھا الزبتھ کے سینے میں ترازو ہو گیا۔

الزبتھ ایک چیخ مار کر نیچے گر پڑی اور دو چار سیکنڈ تڑپنے کے بعد ٹھنڈی ہو گئی۔

باقی چار آدمیوں کے جسم موت کو اپنے سامنے دیکھ کر اس بڑی طرح کانپنے لگے۔ جیسے انہیں زلزلے کا بخار ہو گیا ہو۔ اسکیپ گرے چند لمحے انہیں بڑی کینہ توز نظروں سے دیکھتا رہا۔ پھر اس کا ہاتھ جیب میں

رینگا اور دوسرے لمحے جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک بھاری بھرکم ریوالور چمک رہا تھا۔

اور پھر اس نے سانس لئے بغیر ٹریگر دبا دیا۔ چند سیکنڈ بعد وہ چاروں آدمی فرش پر گر کر تڑپنے لگے۔ گولیاں ان کے سینوں میں گھس چکی تھیں۔ گرے اس وقت تک ٹریگر دباتا چلا گیا۔ جب تک وہ چاروں ٹھنڈے نہیں پڑ گئے۔

ان کے ٹھنڈے پڑنے کے بعد گرے نے ریوالور پوری قوت سے کمرے کی دیوار پر دے مارا اور خود تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ایک کونے کی طرف بڑھ گیا۔ کونے کے قریب پہنچ کر اس نے زور سے اپنا پیر فرش پر مارا اور دوسرے لمحے کونے کی دیوار ایک طرف ہٹتی چلی گئی۔ وہاں ایک چھوٹی سی الماری تھی جس میں ایک مشین فٹ تھی۔

گرے نے اس کا ایک بٹن دبایا اور مشین میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ گرے نے مشین کے ساتھ منسلک مائیک ہاتھ میں پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے ایک بٹن دبا دیا۔

بٹن دبتے ہی دوسری طرف سے ایک بھاری بھرکم آواز گونجی۔

"ہیلو —— گاڈزیلا سپیکنگ —— اوور"۔

"اسکیپ گرے دس اینڈ —— اوور" —— گرے نے بدستور غصّے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"یس باس —— حکم —— اوور"۔ گاڈزیلا کی مودبانہ آواز سُنائی دی۔

"گاڈزیلا —— تم اپنے گروپ کو لے کر فوراً ہیڈ کوارٹر کو خفیہ

طور پہ کور کر لو ——— مجھے خدشہ ہے کہ ہمارے ہیڈ کوارٹر پر ریڈ ہونے والا ہے ۔ میں یہاں موجود تمام آدمیوں سمیت ہیڈ کوارٹر نمبر دو میں منتقل ہو رہا ہوں ۔ اب ریڈ کرنے والوں کو کور کرنا تمہارا کام ہے مگر یہ خیال رہے کہ ان میں سے کوئی مرے نہیں ——— کیونکہ میں نے ان سے معلومات لینی ہیں ۔"

"بہتر جناب ——— میں دس منٹ بعد پہنچ رہا ہوں ۔ آپ بے فکر رہیں ——— گانڈیلا سے بچ کر کوئی نہیں جا سکتا ۔"

گانڈیلا نے جواب دیا ۔

"اوور اینڈ آل" ——— گرے نے کہا اور پھر بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا ۔ اس کے بعد اس نے ایک بٹن اور دبایا اور پھر مائیک پر کہنے لگا ۔

"نمبر ون ——— ا گرے سپیکنگ ——— دس منٹ کے اندر اندر اپنے تمام آدمیوں سمیت ہیڈ کوارٹر سے باہر نکل جاؤ اور عارضی ہیڈ کوارٹر نمبر دو میں منتقل ہو جاؤ ۔ دس منٹ بعد ہیڈ کوارٹر گانڈیلا کی تحویل میں چلا جائے گا ——— اور سنو ——— میرے کمرے میں پانچ لاشیں پڑی ہیں ۔ انہیں بھی ساتھ لے جاؤ اور ہیڈ کوارٹر نمبر دو کی بھٹی میں جلا دو ۔"

گرے نے نمبر ون کو حکم دیا اور پھر بٹن دبا کر اس نے مائیک دوبارہ اپنی جگہ پر رکھ دیا ۔

پہلے والا بٹن دبا کر اس نے مشین بند کی اور دو قدم پیچھے ہٹ کر زور سے فرش پہ پاؤں مارا ۔ دیوار پہلے والی حالت میں آ گئی ۔

سیپ گرے تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا چند
قت راہداریوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک چھوٹے سے کمرے
ل: یا اور اس نے وہاں موجود سوئچ بورڈ کو جھٹکا دے کر ایک
ٹ گیا ۔ سوئچ بورڈ کے نیچے ایک چھوٹا سا خانہ بنا ہوا تھا گرے نے
ں میں ہاتھ ڈال دیا ۔

اندر موجود ایک ابھری ہوئی جگہ کو انگوٹھے سے دبایا ۔ اس جگہ کے
بتے ہی کمرے میں سائیں سائیں کی آوازیں ابھرنے لگیں ۔ گرے نے
سوئچ بورڈ اپنی جگہ پر جمایا اور پھر کمرے کے درمیان میں کھڑا ہو گیا چند
موں بعد کمرہ دائیں طرف اوپر اٹھنے لگا ——— اور چند لمحوں بعد اچانک ایک
جھٹکے سے رک گیا ۔ اور گرے دروازہ کھول کر باہر نکل آیا ۔ اب وہ برآمدے
میں تھا ۔ یہ برآمدہ کسی اور کوٹھی کا تھا ۔ برآمدے کے باہر ایک کار موجود
تھی ۔ گرے کار میں بیٹھا اور کوٹھی سے باہر نکل گیا ۔

جولیا کی ہدایت پر سیکرٹ سروس کے تمام ممبران مجرموں کے ہیڈ کوارٹر کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ کیپٹن شکیل اور تنویر نے کوٹھی کے اندر جانے کے لئے سرنگ کا راستہ منتخب کیا۔

جولیا۔ صفدر، نعمانی، صدیقی اور چوہان نے سامنے کے رخ سے کوٹھی میں داخلے کا پروگرام بنایا۔ وہ سب پوری طرح مسلح اور چوکنے تھے۔ مگر کوٹھی انہیں خالی خالی سی محسوس ہو رہی تھی اس کے باوجود احتیاط کے پیش نظر جولیا پہلے خود کوٹھی میں داخل ہوئی۔ کوٹھی کا پھاٹک کھلا ہوا تھا۔ جولیا نے کوٹھی کے اندر داخل ہو کر بڑی احتیاط سے ماحول کا جائزہ لیا۔

اور جب اسے مکمل طور پر یقین ہو گیا کہ کوٹھی واقعی خالی ہے تو اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر بی فور ٹرانسمیٹر نکالا اور اس کی راڈ کھینچ کر کہا۔

کوٹھی خالی معلوم ہوتی ہے ۔۔۔۔ اب سب اندر آجائیں مگر اس کے باوجود چوکنے رہیں۔"

اور چند لمحوں بعد وہ چاروں جولیا کے پاس پہنچ گئے۔ احتیاط کے پیش نظر وہ سب کے سب ایک دوسرے سے بکھر کر عمارت کی طرف بڑھے۔ برآمدے میں پہنچ کر وہ سب اکٹھے ہو گئے۔

"کوٹھی واقعی خالی ہے ۔۔۔۔" صفدر نے مشین گن سیدھی کرتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ سب ایک دروازہ کھول کر کمرے کے اندر داخل ہو گئے۔ مختلف کمروں سے گزرنے کے بعد وہ ایک ہال کمرے میں پہنچ گئے۔ اب انہیں مکمل طور پر یقین ہو چکا تھا کہ کوٹھی میں کوئی بھی آدم زاد موجود نہیں ہے۔ البتہ کوٹھی میں فرنیچر اسی طرح موجود تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے یہاں موجود لوگ ابھی ابھی اٹھ کر باہر چلے گئے ہوں۔

جولیا نے جیب سے بی فور کا ٹرانسمیٹر نکالا اور اس کی فریکونسی سیٹ کر کے اس نے بٹن دبا دیا۔

"ہیلو ۔۔۔ کیپٹن شکیل ۔۔۔۔ کس پوزیشن میں ہو۔ رپورٹ دو ۔۔۔ اوور" ۔۔۔ جولیا نے کہا۔

"میں اور تنویر سرنگ میں داخل ہو چکے ہیں ۔۔۔ سب کچھ خالی پڑا ہوا ہے ۔۔۔ کوئی آدمی موجود نہیں ہے ۔۔۔ اوور" دوسری طرف سے کیپٹن شکیل کی آواز سنائی دی۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ کوٹھی قطعی خالی ہے۔ ہم درمیانی بڑے ہال

میں موجود ہیں۔ تم بھی وہیں آجاؤ۔ اب اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں کہ کوٹھی کی تلاشی لے کر باس کو رپورٹ دے دی جائے۔ اوور اینڈ آل ـــــــ" جولیا نے اُسے ہدایت دی اور بٹن دبا کر ٹرانسمیٹر دوبارہ جیب میں رکھ لیا۔ اب وہ بڑے مطمئن انداز میں کھڑے تھے۔

تقریباً دس منٹ بعد دروازہ کھلا تو کیپٹن شکیل اور تنویر اندر آگئے۔

"یہاں تو واقعی کچھ بھی نہیں" ـــــــ کیپٹن شکیل نے اندر داخل ہوتے ہی کہا۔

"ٹھیک ہے ـــــــ اب سب لوگ مختلف کمروں میں بکھر کر تلاشی شروع کرو اور کوشش کرو کہ کوئی ایسی چیز مل جائے جس سے ملزموں کا کلیو مل سکے"۔ جولیا نے تلاشی کا حکم دیتے ہوئے کہا۔

مگر اس سے پہلے کہ کوئی جولیا کی بات کا جواب دیتا۔ اچانک کمرے میں ایک تیز سرسراہٹ کی آواز گونجی اور دوسرے لمحے وہ سب یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ہال میں موجود چار دروازوں پر آہنی چادریں گر گئیں اور پھر دوسری حیرت انگیز بات یہ ہوئی کہ اچانک ان کے ہاتھوں کو زوردار جھٹکے لگے اور ان کے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی سٹین گنیں ان کے ہاتھوں سے نکل کر اڑتی ہوئی چھت کے ساتھ جا کر چپٹ گئیں۔

وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ چھت پر بھی آہنی چادریں چڑھی گئی تھی۔ اور اس میں بجلی کی طرح کی لہریں کوند رہی تھیں۔ اب وہ خالی ہاتھ حیران پریشان کھڑے تھے۔

ابھی وہ اس اچانک افتاد پر سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ اچانک

ہرے کی دیوار ایک طرف سے پھٹی اور دوسرے لمحے اس میں سے ایک ایسا انسان اندر داخل ہوا جو اپنے قدوقامت اور جسم کے پھیلاؤ کی وجہ سے کوہ قاف کا دیو معلوم ہو رہا تھا۔ اتنا زیادہ جسیم ہونے کے باوجود اس کا جسم بے حد سڈول اور طاقتور نظر آ رہا تھا۔

"ہیلو دوستو ـــــــ گانڈیلا تمہارے سامنے ہے اور تمہیں مجھے دیکھ کر ہی اندازہ کر لینا چاہیئے کہ اب تمہاری مزید جدوجہد فضول ہو گی ۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ اپنے ہاتھ اٹھا کر پچھلی دیوار کی طرف منہ کر لو۔" گانڈیلا نے زہریلے لہجے میں ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اگر ہم ایسا نہ کریں تو ـــــــ ؟" صفدر نے جواب دیا۔

"تو پھر اپنے انجام کے لئے تیار ہو جاؤ ـــــــ مجھے صرف اپنے ہاتھوں کو معمولی سی تکلیف دینا پڑے گی اور تم سب کے جسم دو حصوں میں تقسیم ہو کر رہ جائیں گے۔" گانڈیلا نے بھیانک اور کرخت لہجے میں جواب دیا۔

ویسے یہ تھی بھی حقیقت۔ گانڈیلا واقعی ایک دیو معلوم ہو رہا تھا۔ کیپٹن شکیل ، صفدر ، تنویر اور ان کے دوسرے ساتھی کافی قدآور اور اچھے جسم کے مالک تھے مگر گانڈیلا کے سامنے وہ بھی بچے معلوم ہو رہے تھے۔

اچانک صفدر نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور جیب میں موجود ریوالور باہر نکال لیا۔ مگر جیسے ہی ریوالور اس کے ہاتھ میں آیا اس کے ہاتھ کو زوردار جھٹکا لگا اور ریوالور بھی مشین گن کی طرح اس کے ہاتھ سے نکل کر چھت سے جا کر چپٹ گیا۔

"فضول کوشش ہے ـــــــ تم سب کی جیبوں میں ریوالور

اور خنجر وغیرہ موجود ہیں۔ مگر تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ چھت کی چادر میں ایسی لہریں دوڑ رہی ہیں کہ جس وقت بھی ان ہتھیاروں کو ہاتھ لگے وہ لہریں اپنی طرف کھینچ لیں گی۔ اس لئے تم ان ہتھیاروں کو استعمال نہیں کر سکتے۔" ——— گانڈیلا نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

مگر دوسرے لمحے اس کے قریب کھڑے تنویر سے اس کی یہ خود اعتمادی اور طنزیہ لہجہ برداشت نہ ہو سکا۔ چنانچہ اس نے اچانک گانڈیلا پر پوری قوت سے فلائنگ کک لگا دی۔ گو تنویر جسمانی طور سے ان سب سے زیادہ قوی ہیکل تھا۔ اور اس نے فلائنگ کک بھی پوری قوت سے لگائی تھی۔ مگر گانڈیلا کو شاید اتنا بھی محسوس نہیں ہوا جتنا کسی کے جسم پر پھول کی چوٹ پڑتی ہے۔ اُلٹا تنویر سر کے بل فرش پر جا پڑا۔ گانڈیلا کے لبوں پر زہریلی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

دوسرے لمحے گانڈیلا اچانک انتہائی پھرتی سے اپنی جگہ سے اُچھلا اور اس نے برق کی سی تیزی سے اٹھتے ہوئے تنویر کی گردن پکڑ لی اور تنویر اس کے ہاتھوں میں کسی کینچوے کی طرح لٹکتا چلا گیا۔

اور جیسے ہی گانڈیلا نے تنویر کو اٹھایا۔ اس کے منہ سے کھی کھی کی بھیانک اور کرخت آوازیں نکلنے لگیں۔ اس نے تنویر کو سامنے والی دیوار کی طرف اچھالنے کے لئے اپنے ہاتھ کو جھلایا ہی تھا کہ صفدر اور کیپٹن شکیل دونوں نے اس پر چھلانگیں لگا دیں۔

کیپٹن شکیل نے اچھل کر پوری قوت سے اس کے دائیں پہلو پر سر کی ٹکر ماری اور صفدر نے اس کے پیٹ پر۔ مگر گانڈیلا کا جسم

شاید فولاد کا بنا ہوا تھا۔ وہ بدستور کھڑا رہا۔ اس کے منہ سے خوفناک قہقہے نکل رہے تھے۔ اور صفدر اور کیپٹن شکیل دونوں اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ ان کی ٹکروں کا گانڈیلا پر ہلکا سا اثر بھی نہیں ہوا تھا۔ گانڈیلا واقعی فولادی آدمی تھا۔

ادھر تنویر گانڈیلا کے ہاتھ میں ہی ڈھیلا پڑ چکا تھا۔ گانڈیلا کی گرفت ہی اتنی سخت تھی کہ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ گانڈیلا نے بھی تنویر کی بے ہوشی کو محسوس کر لیا تھا۔ چنانچہ اس نے جھٹکا دے کر تنویر کو دور پھینک دیا۔ اور پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ کیپٹن شکیل اور صفدر کی طرف پھیلائے۔

مگر اس سے پہلے کہ وہ ان میں سے کسی کو پکڑتا۔ نعمانی، صدیقی اور چوہان تیزی سے اس پر پھر دوڑے اور انہوں نے مسلسل اس کے پیٹ اور پہلوؤں پر ٹکریں مارنی شروع کر دیں۔

اسی لمحے گانڈیلا نے ایک خوفناک قہقہہ لگایا اور پھر اس کا بھرپور تھپڑ صدیقی کے منہ پر پڑا۔ اور صدیقی کسی پرندے کی طرح اڑتا ہوا دس فٹ دور ہال کی دیوار سے جا ٹکرایا۔ اور نیچے گر کر ساکت ہو گیا۔ وہ بیہوش ہو چکا تھا۔

گانڈیلا نے بڑی پھرتی سے گھوم کر چوہان کا بازو پکڑ لیا اور ایک جھٹکا دے کر دور پھینک دیا۔ چوہان کے منہ سے دردناک چیخ نکلی اور وہ اپنا بازو پکڑ کر فرش پر تڑپنے لگا۔ شاید اس کا بازو کندھے سے نکل گیا تھا۔

کیپٹن شکیل، صفدر، نعمانی اب اس سے دور کھڑے ہو گئے۔

ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس دیو سے کس طرح نپٹا جائے۔

"آؤ ——— آؤ دوستو ——— تم بھی طاقت آزما لو۔" گارڈیلا نے انہیں چڑاتے ہوئے کہا۔

مگر وہ تینوں اب سمجھ چکے تھے کہ طاقت سے اس دیو کو تسخیر کرنا ناممکن ہے۔ اس لئے کوئی اور طریقہ استعمال کرنا پڑے گا۔ مگر ایسا کوئی طریقہ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

اچانک کیپٹن شکیل کی سمجھ میں ایک ترکیب آ گئی۔ اس نے بڑی پھرتی سے جیب سے رومال نکالا اور پھر رومال کو ہاتھ پر اچھی طرح لپیٹ کر اس نے جیب سے ریوالور نکالنے کے لئے ہاتھ ڈالا اور شاید بات گارڈیلا کی سمجھ میں بھی آ گئی۔ اس نے اچانک اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور پھر وہ کیپٹن شکیل کو دور تک رگیدتا چلا گیا۔ کیپٹن شکیل کو یوں محسوس ہوا جیسے کوئی پہاڑ سر پر آ گرا ہو۔ اور پھر گارڈیلا نے پوری قوت سے دھکا دے کر کیپٹن شکیل کو دیوار کے ساتھ ٹکرا دیا۔

اور پھر وہ پھرتی سے مڑا اور اپنے ہاتھوں میں جکڑے ہوئے کیپٹن شکیل کو کسی کھلونے کی طرح اٹھا کر صدیقی پر دے مارا۔ کیونکہ صدیقی بھی کیپٹن شکیل کی ترکیب پر عمل کرنے والا تھا۔

صفدر اپنا ریوالور پہلے ہی اڑا چکا تھا۔ مگر جولیا کے پاس ریوالور موجود تھا۔ اور اب تک جولیا خاموش کھڑی تماشہ دیکھتی رہی تھی۔ مگر اب اس نے بھی جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکالنا چاہا۔ مگر شاید جلدی میں وہ صفدر کے ریوالور کا حشر بھول گئی تھی۔ چنانچہ اس نے جیسے ہی ریوالور باہر نکالا۔ ریوالور ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ سے نکل کر

چھت سے جا چپکا۔ اور اسی لمحے جولیا کو بھی خیال آیا کہ اس نے خواہ مخواہ اپنا نقصان کیا۔

گارڈیلا اتنا طاقتور ہونے کے باوجود حیرت انگیز حد تک پھرتیلا ثابت ہو رہا تھا۔ وہ تیزی سے جولیا کی طرف لپکا اور صفدر نے اس کا پیچھا کرنا چاہا۔ گارڈیلا اچانک پلٹا اور اس کی لات گھومتی ہوئی صفدر سے ٹکرائی اور صفدر فرش پر ہی ڈھیر ہو گیا۔ گارڈیلا نے جھپٹ کر فرش سے اٹھتے ہوئے صفدر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور پھر اسے اپنے سر پر گھماتے ہوئے کیپٹن شکیل اور صدیقی پر دے مارا

اس کے بعد گارڈیلا نے ان تینوں کو چھاپ لیا اور پھر اس نے ان تینوں کی کنپٹیوں کو اپنی ایک انگلی اور انگوٹھے سے آہستہ سے دبایا اور وہ تینوں بے ہوش ہو گئے۔ انہیں ایسا محسوس ہوا تھا جیسے ان کے دماغ کو کسی آہنی پلاس میں جکڑ کر دبا دیا گیا ہو۔

اب کمرے میں صرف جولیا رہ گئی تھی۔ گارڈیلا اسے بڑی تیکھی نظروں سے دیکھنے لگا۔ جولیا کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔ وہ پوری سیکرٹ سروس کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی تھی۔ اس لئے اس نے ہاتھ اٹھانے میں ہی عافیت سمجھی۔ وہ بھلا اکیلی اس دیوزاد کا کیسے مقابلہ کر سکتی تھی۔

"شاباش ——— میری گڑیا ——— تم بے حد عقلمند ہو۔ اگر باس نے مجھے روکا نہ ہوتا تو تم میری طاقت کا مزید مظاہرہ دیکھتیں۔ میں ان جسموں کے ہزاروں ٹکڑے کر چکا ہوتا۔ مگر باس کے حکم کی وجہ سے مجبور ہوں۔ اچھا ——— خیر ———" گارڈیلا نے زہریلی ہنسی

ہنستے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ تیزی سے چلتا ہوا جولیا کے قریب آیا۔ جولیا بے حس و حرکت کھڑی تھی۔

"خوبصورت لڑکی ہو ——— مگر میرے کس کام کی" گانزڈیلا نے اس کے قریب آکر کہا۔

دوسرے لمحے اس کا ہاتھ گھوما اور جولیا غریب مری ہوئی چھپکلی کی طرح ٹپ سے فرش پر گری اور بے ہوش ہو گئی

"ہا ——— ہا ——— گانزڈیلا سے مقابلہ کرنے نکلے تھے۔ بزدل چوہے" گانزڈیلا نے طنزیہ انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس کونے کی طرف بڑھا جہاں سے دیوار سمٹی تھی۔ اور وہ اندر آیا تھا۔ دیوار کے قریب آکر اس نے زور سے تالی بجائی۔ اس کی تالی کی خوفناک آواز کمرے میں گونج اٹھی۔ اس کے ساتھ ہی دیوار ایک بار پھر سمٹ گئی اور ایک قوی ہیکل نوجوان اندر داخل ہوا۔

"مائیکل ——— ! میگنٹ سسٹم ختم کردو اور دروازے کھول دو۔ چوہے ختم ہو گئے ہیں" گانزڈیلا نے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا اور نوجوان تیزی سے خلا میں گھوم گیا۔

چند لمحوں بعد ایک تیز سرسراہٹ سے دروازوں پر پڑی ہوئی آہنی چادریں اوپر اٹھتی چلی گئیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک ہلکی سی گونج پیدا ہوئی۔ اور چھت کی چادر میں کوندنے والی بجلیاں بھی غائب ہو گئیں۔ اور مشین گنیں اور ریوالور لٹکے ہوئے پھلوں کی طرح نیچے فرش پر آگرے اور چھت کی چادر بھی چند لمحوں بعد غائب ہو گئی۔ اب وہ ایک

عام سا کمرہ تھا۔

اس کے ساتھ ہی دروازے کھل گئے اور پانچ قوی ہیکل نوجوان مشین گنیں اٹھائے اندر داخل ہوئے۔

"اسلحہ سمیٹ لو اور یہیں ٹھہرو ——— اگر کسی کو ہوش آنے لگے تو کھوپڑی پھاڑ دینا ——— میں باس کو کال کرنے جا رہا ہوں" گانزڈیلا نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ہال سے باہر چلا گیا۔



اسکیپ گرے کا نام معلوم ہوتے ہی عمران کا ذہن آندھیوں کی زد میں آگیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیپٹن شکیل نے حلیہ ٹھیک بتلایا ہے اور مجرم واقعی گرے ہے تو پھر پوری سیکرٹ سروس کا حشر ہو جاتا ہے۔ اسکیپ گرے خوفناک حد تک ظالم چالاک اور عیار مجرم ہے۔ اس نے کوٹھی چھوڑ کر فرار ہونے کی بجائے حملہ آوروں کو ٹھکانے لگانے کا پروگرام بنایا ہے۔

اور عمران کو معلوم تھا کہ اس کے ساتھی گرے کی عیاریوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے فوری طور پر اس نے خود وہاں پہنچنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ چنانچہ اس کی کار پوری رفتار سے گرے کے ہیڈ کوارٹر

کی طرف اڑی چلی جارہی تھی۔ جلد ہی وہ اس کوٹھی کے قریب پہنچ گیا جس کی نشاندہی کیپٹن شکیل نے کی تھی۔ تھوڑی دور پہلے اس نے کار پوری رفتار پر روک دی۔ اور پھر گھومتا ہوا کوٹھی کے عقب میں آگیا۔

کوٹھی کی دیواریں چھوٹی چھوٹی تھیں۔ اس لیے عمران انہیں بغیر کسی رکاوٹ کے پھلانگ گیا۔ کوٹھی کے اندر ہُو کا عالم طاری تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کوٹھی میں کوئی ذی روح موجود نہ ہو۔ مگر اس کے باوجود اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ اندر کوئی گڑبڑ ہے۔

چنانچہ دیوار پھلانگ کر وہ رینگتا ہوا اصل عمارت کی طرف تیزی سے بڑھا اور پھر جیسے ہی وہ برآمدے کا موڑ مڑا وہ ایک کونے میں ٹھٹھک گیا۔ اس نے تین قوی ہیکل نوجوانوں کو ہاتھوں میں مشین گنیں پکڑے برآمدے میں پہرہ دیتے دیکھا۔

عمران نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر ریوالور نکال لیا۔ اور دوسری جیب سے سائیلنسر نکال کر تیزی سے اس پر فٹ کرنا شروع کر دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ حیران بھی ہو رہا تھا۔ کہ اس کے تمام ساتھی آخر کہاں چلے گئے ہیں۔ یا تو وہ ابھی پہنچے نہیں یا پھر وہ پھنس چکے ہیں۔ جس وقت عمران نے ریوالور پہ سائیلنسر لگا کر اس کا رخ ان لوگوں کی طرف کیا۔ اسی لمحے وہ تیزی سے برآمدے کے کونے والے کمرے میں چلے گئے۔ اور اب برآمدہ خالی پڑا تھا۔

عمران انتظار کرنے لگا کہ شاید وہ دوبارہ برآمدے میں آئیں۔ مگر جب کافی دیر گزر گئی اور کوئی واپس نہ آیا تو عمران بڑے محتاط انداز میں برآمدے میں داخل ہو گیا۔ اور پھر وہ اس کونے والے

کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ جدھر وہ تینوں گئے تھے۔ مگر کمرہ خالی تھا۔ البتہ سامنے والا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور اس سے ایک گیلری صاف نظر آرہی تھی۔

عمران دبے دبے قدموں اس دروازے کی طرف بڑھا۔ اور اسی لمحے اسے دور سے تیز سرسراہٹ کی آوازیں گونجتی سنائی دیں۔ آوازوں سے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے فولادی چادریں گر رہی ہوں۔ اس نے گیلری میں جھانکا تو اسے گیلری کے آخری کونے پر چار نوجوان سٹین گنیں اٹھائے کھڑے نظر آگئے۔ وہ اپنے سامنے موجود بند دروازے کو گھور رہے تھے۔

چند لمحوں بعد گیلری کے موڑ سے ایک قوی ہیکل نوجوان گیلری میں آیا اور وہ بھی دروازے کے سامنے آکر رک گیا۔ اس کے وہاں پہنچتے ہی وہ دروازہ کھل گیا اور پانچوں دروازے میں داخل ہو گئے ان کے اندر جاتے ہی عمران بھی تیزی سے کمرے سے نکل کر گیلری میں آگیا اور دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا اس دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

مگر ابھی وہ دروازے سے کافی دور تھا کہ اچانک ایک دیوقامت آدمی دروازے سے باہر نکلا۔ اور اب عمران کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ دیوار کے ساتھ چمٹ جائے۔ چنانچہ وہ دیوار کے ساتھ چمٹ کر بے حس و حرکت ہو گیا۔ مگر وہ دیوقامت تیزی سے مڑ کر گیلری کے دوسری طرف بڑھنے لگا۔ جدھر سے وہ پانچواں آدمی آیا تھا۔ اس کی نظریں عمران پہ پڑی ہی نہیں تھیں۔ عمران اس کی

قدوقامت دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ شخص کوئی دیو معلوم ہو رہا تھا اتنی بھاری بھرکم جسامت کا مالک ہونے کے باوجود اس کی چال میں بے حد پھرتی تھی۔ اس لئے چند ہی لمحوں میں وہ گیلری کا موڑ مڑ کر اس کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ اب عمران نے پہلے سے زیادہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

دروازے کے قریب پہنچ کر وہ رکا اور پھر اس نے سر آگے کر کے کھلے دروازے کے اندر جھانکا اور دوسرے لمحے اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ کیونکہ دروازے سے ہی اس نے اپنے ساتھیوں کو فرش پر پڑے ہوئے صاف دیکھ لیا تھا۔ جس انداز سے وہ بکھرے پڑے تھے اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اول تو وہ سب ختم ہو چکے ہیں، ورنہ کم از کم بے ہوش ضرور ہیں۔

ایک مسلح آدمی اسے دروازے کے بالکل سامنے کھڑا دکھائی دیا۔ دروازے کی طرف اس کی پشت تھی۔ عمران نے ریوالور سیدھا کیا اور ٹریگر دبا دیا۔ ہلکی سی ٹھک کی آواز نکلی اور وہ آدمی منہ کے بل فرش پہ گر گیا۔

عمران اچھل کر دروازے کے اندر داخل ہو گیا اور پھر اس نے اتنی تیزی سے ٹریگر دبائے کہ اس سے پہلے کہ اندر موجود آدمی سنبھلتے باقی تین آدمی اس کی گولیوں کا شکار ہو چکے تھے۔ پانچویں نے بڑی پھرتی سے اس پر مشین گن کا فائر کھول دیا۔ مگر عمران اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔ اور پھر اس کی پانچویں گولی نے اس آدمی کو فائر کرنے کے قابل ہی نہ رکھا۔

ان پانچوں کے مرتے ہی عمران نے دروازہ بند کیا اور پھر تیزی سے اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھا اور اسے یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ وہ مرے نہیں تھے بلکہ بے ہوش تھے۔ اب عمران کے پاس انہیں ہوش میں لے آنے کا واحد طریقہ یہی تھا کہ وہ ان کے چہروں پہ تھپڑوں کی بارش شروع کر دے۔

چنانچہ یہی ہوا۔ عمران کے زوردار تھپڑ جس کے چہرے پر بھی پڑے وہ فوراً ہی ہوش میں آ گیا۔ اور تقریباً دس منٹ کے وقفے میں وہ اپنے سب ساتھیوں کو ہوش میں لا چکا تھا۔

پھر صفدر اور کیپٹن شکیل نے اسے گانڈیلا کے متعلق بتلایا۔ اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا۔ اچانک دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور دوسرے لمحے وہ دیو زاد گانڈیلا کمرے میں داخل ہوا۔ مگر اندر داخل ہوتے ہی وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس کی شعلہ بار آنکھوں میں شدید حیرت امڈ آئی تھی۔ جب اس نے اپنے تمام آدمیوں کو مردہ اور بے ہوش آدمیوں کو ہوش میں دیکھا۔

اسے اندر آتا دیکھ کر سیکرٹ سروس کے تمام ممبران نے وہاں پڑے ہوئے ہتھیار سنبھالے اور ان کا رخ گانڈیلا کی طرف کر دیا۔ وہ شاید گانڈیلا سے انتقام لینے کے لئے بے قرار تھے مگر عمران نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں روک دیا اور گانڈیلا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"گانڈیلا ——— شاید تمہیں یاد ہو ——— آج سے بیس اکیس سال پہلے جرمنی میں پروفیسر شوکام اور میں تمہارے مقابلے پر آئے تھے اور تمہیں جان بچا کر بھاگنا پڑا تھا۔ مگر اس وقت تم اتنے قدوقامت کے

مالک بنیں تھے۔ اب ایک بار پھر تم اور تمہارا باس اسکیپ گر کے
میرے مقابلے پر آئے ہو۔ اس بات کو یاد رکھنا کہ یہاں سے تم اپنی جانیں
سلامت نہیں لے جا سکتے۔" عمران نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

گارڈیلا اب قدرے مطمئن نظر آ رہا تھا شاید حیرت کے پہلے دھچکے
سے وہ گزر چکا تھا۔ اس نے آنکھیں سکوڑ کر عمران کو بغور دیکھا اور پھر اس
کے چہرے پر زہریلی مسکراہٹ دوڑ گئی اور اس نے خوفناک لہجے میں کہا۔

"اوہ ۔۔۔۔ مجھے یاد آ گیا ۔۔۔۔ تم وہی لونڈے ہو جو پروفیسر
شوکام کے ساتھ کام کرتے تھے۔ شاید تمہارا نام عمران ہے۔ اس وقت
حالات ہی ایسے ہو گئے کہ ہمیں بھاگنا پڑا۔ مگر تمہیں شاید پروفیسر شوکام
کے انجام کے متعلق معلوم نہیں ہے۔ میں نے اس سے ایسا خوفناک انتقام
لیا تھا کہ اس کی روح صدیوں تک تڑپتی رہے گی۔ میں نے اپنے ہاتھوں
سے اس کی ہڈیاں توڑی تھیں اور اپنے دانتوں سے اس کا گوشت بھنبھوڑا
تھا۔ تم ہمیں کہیں نہ ملے ۔۔۔۔ چلو اچھا ہوا اب تم ٹکرا گئے
ہو۔ اب ہم اپنا انتقام پورا کر لیں گے۔ گارڈیلا کے لہجے میں اطمینان
کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔ جیسے عمران اور اس کے ساتھیوں کی اس
کی نظر میں پرکاہ کی بھی حیثیت نہ ہو۔

"یہ تمہاری بھول ہے گارڈیلا ۔۔۔۔ تم چاہے جتنے بھی
طاقتور ہو ۔۔۔۔ مگر میرے بازوؤں میں اتنی طاقت ہے کہ میں
اپنے ہاتھوں سے تمہاری ہڈیاں توڑ سکتا ہوں۔" عمران نے جواب دیا۔

"اگر تمہیں اپنی طاقت پر اتنا ہی گھمنڈ ہوتا تو تم اور تمہارے
ساتھیوں نے یہ لوہے کے کھلونے نہ سنبھالے ہوئے ہوتے۔ دیکھو

مجھے میں خالی ہاتھ کھڑا ہوں۔" گارڈیلا نے بڑے طنزیہ انداز میں
جواب دیا۔

"تم فکر نہ کرو گارڈیلا ۔۔۔۔ تمہیں آتشیں اسلحہ سے ختم
نہیں کیا جائے گا۔" عمران نے جواب دیا اور ہاتھ میں پکڑا ہوا ریوالور
صفدر کی طرف اچھال دیا۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں ۔۔۔۔ عمران صاحب یہ دیوزاد بغیر
آتشیں اسلحے کے ختم نہیں ہو گا ۔۔۔۔ آپ آگے سے ہٹ جائیں
ہم ابھی اسے گولیوں سے چھلنی کر دیتے ہیں۔" صفدر نے عمران سے
مخاطب ہو کر کہا۔

"تم اس کے اور میرے درمیان مت آؤ۔ میرا اور اس کا
حساب بڑا پرانا چل رہا ہے ۔۔۔۔ پروفیسر شوکام میرا بہترین
استاد تھا اور اس نے جس انداز میں میرے استاد کو ختم کیا۔ میں
اس سے زیادہ بھیانک انداز میں اسے ختم کروں گا تاکہ میرے استاد
کی روح مطمئن ہو سکے۔" عمران نے جذباتی انداز میں کہا۔

"ہی ۔۔ ہی ۔۔ ہی ۔۔۔۔ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ"
گارڈیلا نے اسے اور زیادہ چڑایا۔

"تم سب لوگ کمرے سے باہر نکل جاؤ اور کوٹھی میں پہرہ دو
کسی کو اس کمرے میں مت آنے دینا ۔۔۔۔ میں گارڈیلا کو
بتاتا ہوں کہ پدی کیا ہوتی ہے اور ہاتھی کا شوربہ کیسے بنتا ہے۔"
عمران نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

عمران صاحب ۔۔۔۔! یہ جذبات میں آنے کا وقت نہیں ہے۔

"آپ کتنے بھی طاقت ور ہوں مگر اس دیو سے نہیں جیت سکتے ہم سب مل کر کوشش کر چکے ہیں"۔ کیپٹن شکیل نے عمران کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ وہ سب محسوس کر چکے تھے کہ عمران جذبات میں آکر اپنی زندگی کو داؤ پر لگا رہا ہے۔

"تم نے ابھی عمران کو دیکھا ہی نہیں ورنہ ——— بہرحال وقت مت ضائع کرو ——— اگر تم تماشا دیکھنا ہی چاہتے ہو تو پھر ہال سے باہر نکل کر دروازے پر کھڑے ہو جاؤ"۔ عمران نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

اور پھر اس کے ساتھی ایک ایک کر کے ہال سے باہر نکل گئے۔ البتہ جولیا اور چوہان وہیں کھڑے رہے۔ چوہان اپنا بازو پکڑے ہوئے تھا۔ باقی ساتھی بھی ہال کے مختلف دروازوں پر جم گئے۔ ان کا خیال تھا کہ عمران کو ان کی ضرورت پڑ سکتی تھی۔

"تم بہت جیالے اور جذباتی نوجوان ہو ——— مجھے تمہاری یہ ہمت پسند آئی ہے۔ اس لئے میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں بھیانک موت نہیں ماروں گا"۔ گانڈیلا نے اپنے جسم کو سیدھا کرتے ہوئے رحم بھرے لہجے میں کہا۔

"وقت مت ضائع کرو گانڈیلا ——— میں تمہارے باس کو جلد از جلد تمہاری لاش کا تحفہ بھیجنا چاہتا ہوں۔ عمران نے کرخت لہجے میں کہا۔

اور اسی لمحے وہ بجلی کی طرح اپنی جگہ سے اچھلا اور اس کے دونوں پیر پوری قوت سے گانڈیلا کے چہرے پر پڑے۔ گانڈیلا کا سر

ایک جھٹکا کھا کر رہ گیا۔ اور عمران دوسرا وار کرنے کے لئے سیدھا ہو گیا۔ مگر گانڈیلا نے بڑی پھرتی سے قدم آگے بڑھایا اور دوسرے لمحے اس کا دایاں فولادی بازو پوری قوت سے حرکت میں آیا۔

عمران نے اس کے وار سے بچنے کے لئے اپنے جسم کو بائیں طرف سمیٹا مگر گانڈیلا صرف قدوقامت ہی نہیں رکھتا تھا بلکہ لڑائی بھڑائی کے فن میں بھی طاق تھا کیونکہ اس نے دائیں بازو کو حرکت دے کر بائیں ہاتھ کا بھرپور تھپڑ عمران کے چہرے پر مارا۔ اور عمران اچھل کر دو فٹ دور جا گرا۔ یہ عمران ہی تھا کہ اس کا تھپڑ کھا کر صرف دو فٹ دور گرا تھا۔ اگر عمران کی بجائے کوئی اور ہوتا تو اس کے لئے یہی تھپڑ کافی ہو جاتا۔

نیچے گرتے ہی عمران پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اب اس کی آنکھوں میں غصے کے چراغ جل اٹھے تھے۔ چنانچہ اٹھتے ہی اس نے تیزی سے جست لگائی اور پھر اس کا ہلکا پھلکا جسم فضا میں تیرتا ہوا گانڈیلا کی طرف بڑھا۔

گانڈیلا نے اسے روکنے کے لئے اپنے ہاتھ اٹھائے مگر عمران نے اس کے قریب آتے ہی اپنے جسم کو سکیڑا اور پھر وہ بجلی کے کوندے کی طرح لپکتا ہوا اس کے سر کی دائیں سائیڈ سے ہوتا ہوا اس کی پشت پر جا گرا۔ اور اس کے ساتھ ہی گانڈیلا کے حلق سے ایک خوفناک اور کریہہ چیخ نکلی۔ عمران اس دوران اپنا کام دکھا چکا تھا۔ اس کی فولادی انگلی نے گانڈیلا کی آنکھ باہر نکال دی تھی۔ اور گانڈیلا کی اس آنکھ سے خون اور مواد بہنا شروع ہو گیا۔ عمران اس کی پشت پر گرتے ہی ایک بار پھر

اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا۔

گانڈیلا چیخ مارتے ہی تیزی سے پلٹا اور پھر مست ہاتھی کی طرح عمران پر پل پڑا۔ عمران جہاں موجود تھا۔ وہاں قریب ہی دیوار بھی اور شاید گانڈیلا کا خیال تھا کہ وہ عمران کو اپنے اور دیوار کے درمیان دبا کر چیونٹی کی طرح مسل دے گا۔ مگر عمران اس کے تصور سے بھی کہیں زیادہ پھرتیلا تھا۔ چنانچہ گانڈیلا جیسے ہی جوش کی شدت میں اس کی طرف بڑھا وہ دیوار کی طرف ہٹتا چلا گیا۔ اور گانڈیلا اپنی ترکیب کو کامیاب ہوتے دیکھ کر اور بھی جوش میں آگیا۔

اور پھر جیسے ہی گانڈیلا دیوار کے قریب پہنچا۔ عمران یکدم نیچے بیٹھ گیا۔ اور گانڈیلا ایک دھماکے سے دیوار کے ساتھ جا ٹکرایا۔

گو اس نے اپنے ہاتھ دیوار پر رکھ کر اپنے آپ کو روکنے کی کوشش کی مگر اسی لمحے عمران نے پوری قوت سے اپنا سر اس کے پیٹ میں مار دیا اور گانڈیلا جو اپنے آپ کو روکنے کی کوشش میں تھا اس ٹکر کو سہار نہ سکا اور ایک دھماکے سے پشت کے بل فرش پر گر گیا۔ اور اسی لمحے عمران نے اپنی پنڈلی سے بندھا ہوا خنجر کھینچا اور برق کی سی تیزی سے اس کا خنجر فرش پر گرے ہوئے گانڈیلا کی ناف کے نیچے گھستا چلا گیا۔

گانڈیلا نے ایک ہولناک چیخ ماری اور پھر جنون کے عالم میں اٹھ کھڑا ہوا۔

مگر اتنی دیر میں عمران کا خنجر تقریباً پانچ بار اس کے پہلوؤں کو چھید چکا تھا۔ اور اب وہ جنون کے عالم میں عمران کو پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے بھاگ پڑا۔ ویسے یہ بات عمران بھی جانتا تھا کہ اگر ایکبار

وہ گانڈیلا کے قبضے میں آگیا تو پھر اس کی ایک بھی ہڈی سلامت نہیں بچے گی۔ کمرے کا چکر لگا کر عمران پھر اسی جگہ آگیا جہاں گانڈیلا کا خون کافی مقدار میں فرش پر موجود تھا۔

اس نے اپنے پیر خون سے بچا کر فرش پر رکھے اور آگے بڑھ گیا۔ مگر اس کے پیچھے غصے کی شدت میں بھاگتا ہوا گانڈیلا جب اس جگہ پہنچا تو اس کے پیر اپنے ہی خون پر پڑے اور وہ پھسل کر ایک زوردار دھماکے سے منہ کے بل فرش پر آگرا۔

اسی لمحے عمران واپس پلٹا اور اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے خنجر کو پوری قوت سے اس کی گردن کی پشت میں گھونپ دیا۔ عمران نے خنجر گھونپنے کے لئے عین اس جگہ کا نشانہ لیا جہاں اعصابی نظام کا مرکز حرام مغز ہوتا ہے۔

چنانچہ جب اس نے اپنے ہاتھ کو جھٹکا دے کر خنجر کو واپس کھینچا تو دیو نما گانڈیلا بے حس و حرکت پڑا رہ گیا۔ اب اس کے حلق سے خوفناک چیخیں نکل رہی تھیں۔ مگر وہ اپنے جسم کو حرکت دینے سے قاصر ہو گیا تھا۔ عمران نے اس کا بازو پکڑا اور پوری قوت لگا کر اس کو سیدھا کر دیا

"اب بتاؤ گانڈیلا —— تمہاری وہ طاقت اور غرور کہاں گیا۔ دیکھو میں نے اپنے وعدے کے مطابق تم پر آتشیں اسلحہ استعمال نہیں کیا"۔ عمران نے بڑے طنزیہ لہجے میں اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم بے حد کمینے اور چالاک انسان ہو —— میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم میرے ساتھ ایسے حربے استعمال کرو گے"۔ گانڈیلا

نے پہلی بار شکست خوردہ لہجے میں کہا۔

"اچھا ---- اب مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔" عمران نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے خنجر کو تولتے ہوئے کہا۔

"ہاں ---- اب میرا مرجانا ہی بہتر ہے ---- گارڈیلا کی شکست کو موت ہی چھپا سکتی ہے۔" گارڈیلا نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"نہیں گارڈیلا ---- تمہاری موت سے میرا انتقام پورا نہیں ہوگا ---- اور دوسری بات یہ ہے کہ میں بے بس انسان پر حملہ کرنا اپنی مردانگی کے خلاف سمجھتا ہوں ---- اس لئے میں جا رہا ہوں۔ اگر تمہاری موت سے پہلے تمہارا باس یہاں تک پہنچ جائے تو اسے بتا دینا کہ وہ عمران کے ملک میں اپنے ناپاک عزائم کبھی پورے نہیں کر سکے گا۔" عمران نے جواب دیا اور پھر مڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

ہال کے باہر موجود اس کے ساتھی اپنی پہلی رائے پر بے حد شرمندہ نظر آ رہے تھے۔ عمران ان کے تصورات سے کہیں بالا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ عمران اتنی آسانی سے اس دیو نما کو بے بس کر کے شکست دے دے گا۔

"چوہان ---- تم میرے ساتھ چلو ---- میں تمہیں ہاسپٹل چھوڑتا جاؤں گا۔ اور باقی تم سب یہیں ٹھہر کر کوٹھی کی مکمل تلاشی لو۔ اگر کوئی ایسی چیز مل جائے جو تمہاری نظر میں بے حد اہم ہو تو اسے اپنے ساتھ لے لینا۔ ورنہ غیر ضروری چیزوں میں وقت ضائع مت کرنا

اور دوسری بات یہ کہ زیادہ سے زیادہ دس منٹ کے اندر تلاشی ختم کر کے کوٹھی سے چلے جانا۔ مجرم سے کوئی بعید نہیں کہ وہ اپنی کسی کال کا جواب نہ پا کر پوری کوٹھی ہی اڑا دے۔ صفدر اور کیپٹن شکیل کوٹھی کے باہر پہرہ دیں گے۔ اگر مجرم یہاں آئیں تو خاموشی اور احتیاط سے ان کا تعاقب کرنا۔"

عمران نے اپنے ساتھیوں کو ہدایات دیتے ہوئے کہا اور پھر وہ چوہان کو اپنے ساتھ لئے کوٹھی سے باہر نکلتا چلا گیا۔



عمران جیسے ہی دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا ---- بلیک زیرو نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"عمران صاحب شکر ہے ---- آپ بروقت پہنچ گئے ابھی ابھی سر سلطان کا ٹیلی فون آیا ہے ---- کہ پندرہ منٹ بعد وزیر اعظم ہاؤس میں اعلیٰ حکام کی میٹنگ ہو رہی ہے اور سر سلطان نے آپ کے فوری طور پر وہاں پہنچنے پر بے حد زور دیا ہے ---- میں سوچ ہی رہا تھا کہ آپ سے کیسے رابطہ قائم کروں۔" بلیک زیرو نے تیز لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ---- میں ابھی چلا جاتا ہوں۔" عمران نے سنجیدگی

سے جواب دیا۔ اور پھر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا تاکہ ایکسٹو کا مخصوص لباس پہن سکے

میٹنگ شروع ہونے سے چند لمحے پیشتر عمران بحیثیت ایکسٹو میٹنگ میں داخل ہوا۔ اس نے سیاہ سوٹ پہنا ہوا تھا۔ ہاتھوں پر سفید دستانے اور سر پر سیاہ رنگ کا نقاب تھا۔ نقاب میں سے صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ مگر آنکھوں پر سیاہ شیشوں کی عینک موجود تھی۔ جو عمران نے نقاب کے اندر سے ہی پہنی ہوئی تھی۔ سینے کے بائیں طرف سرخ رنگ کا چھوٹا سا ——— اتھارٹی بیج لگا ہوا تھا۔ جیسے ہی عمران میٹنگ ہال میں داخل ہوا وہاں موجود تمام اعلیٰ سرکاری آفیسرز اس کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ عمران نے آہستہ سے سر ہلایا اور پھر اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا

چند لمحوں بعد وزیر اعظم میٹنگ کی صدارت کے لئے ہال میں تشریف لے آئے اور ایک بار پھر سب لوگ ان کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مگر عمران اپنی کرسی پر بیٹھا رہا۔ اس نے صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

وزیر اعظم کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ انہوں نے کرسی پر بیٹھتے ہی سر سلطان کو کارروائی کے آغاز کا اشارہ کیا۔

اور سر سلطان اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے سب سے مخاطب ہو کر کہنا شروع کیا۔

" جیسا کہ آپ سب کو علم ہوگا۔ ہمارا ملک اس وقت ایک انتہائی نازک دور سے گزر رہا ہے ——— لوتے سال پرانا ایک مذہبی مسئلہ

پورے شد و مد کے ساتھ ابھر کر سامنے آیا ہے اور سب جانتے ہیں کہ اگر اس مسئلے کو غیر جانبدارانہ اور فوری طور پر حل نہ کیا گیا تو ملک میں امن و امان قائم رکھنا ناممکن ہو جائے گا۔ وزیر اعظم صاحب نے اسی لئے اس مسئلے کے فوری حل کے لئے قومی اسمبلی کا خصوصی اجلاس طلب کر لیا ہے اور قومی اسمبلی اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے پوری رفتار سے کام کر رہی ہے ——— اس کے باوجود سب جانتے ہیں کہ آخری فیصلہ وزیر اعظم کے ہاتھ میں ہے۔ اس میٹنگ کے بلانے کا مقصد یہ ہے کہ اس مسئلے کے حل کے لئے بیرونی اور اندرونی دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔

جہاں تک بیرونی دباؤ کا تعلق ہے ——— اس کا مقابلہ کرنے کیلئے تو وزیر اعظم کی مایہ ناز ذہانت اور اصول پسندی ہی کافی ہے۔ مگر اندرونی طور پر ایک اور خطرناک دباؤ سامنے آیا ہے ——— وہ یہ کہ کسی شخص نے وزیر اعظم کو بلیک میل کرنے کے لئے ان کی عریاں جعلی تصاویر تیار کر کے وزیر اعظم کو ارسال کیں اور ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دی کہ اگر وزیر اعظم صاحب نے ان کا مطالبہ منظور نہ کیا تو وہ یہ تصاویر ملکی اور غیر ملکی پریس میں دے دے گا ——— اور اس طرح جہاں وزیر اعظم صاحب کی ذاتی شہرت کو نقصان پہنچے گا۔ وہاں مجموعی طور پر ملکی عزت بھی داغدار ہو جائے گی۔

اس سے پہلے چونکہ بلیک میلر نے اپنا مطالبہ پیش نہیں کیا تھا، اس لئے اسے معمولی سمجھ کر کیس انٹیلی جنس کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ مگر اب جبکہ بلیک میلر کا مطالبہ سامنے آیا ہے تو اس کیس کا رخ یکسر بدل گیا ہے۔ اور یہ بے حد اہم ہو گیا ہے۔ جس کا اگر فوری طور پر تدارک نہ کیا گیا

تو ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا" ——— سر سلطان نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"وہ مطالبہ کیا ہے سر سلطان" ——— سیکرٹری وزارت داخلہ سر طاہر نے ان کے خاموش ہوتے ہی بے تابی سے پوچھا۔

بلیک میلر کی طرف سے جو مطالبہ سامنے آیا ہے۔ وہ یہ کہ وزیر اعظم قومی اسمبلی پر دباؤ ڈال کر اس نوتے سالہ مذہبی مسئلہ کا فیصلہ اس مخصوص مذہبی اقلیتی گروہ کی مرضی کے مطابق کریں اور اس مذہبی گروہ کو اقلیت قرار نہ دیا جائے۔"

سر سلطان نے مطالبے کا انکشاف کرتے ہوئے کہا۔

ان کی بات سن کر سب لوگ چونک پڑے۔ عمران خود بھی مطالبے کی یہ نوعیت سن کر چونک پڑا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ گرے اس مشن کو لے کر آیا ہوگا۔

"تو کیا وزیر اعظم اس مطالبے کے خلاف فیصلہ کرنے والے ہیں"۔ ملٹری سیکرٹ سروس کے سربراہ کرنل ڈی نے سوال کیا۔

"آپ کا یہ سوال غلط ہے ——— ابھی مجھے خود معلوم نہیں کہ فیصلہ کیا ہوگا۔ بہر حال جمہوریت کے پیش نظر جو فیصلہ ملک کا قانون ساز ادارہ کرے گا مجھے وہی منظور ہوگا"۔ وزیر اعظم صاحب نے خود جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو کیا بلیک میلر کو ٹالا نہیں جا سکتا ——— ظاہر ہے جب تک قومی اسمبلی کا فیصلہ سامنے نہیں آئے گا ——— بلیک میلر اپنی دھمکی پر عمل نہیں کر سکے گا"۔ ایک اور سیکرٹری نے اپنی تجویز پیش کی۔

قومی اسمبلی کا فیصلہ چند دنوں بعد سامنے آنے والا ہے۔ کیونکہ وزیر اعظم صاحب نے اس کے لئے تاریخ مقرر کر دی ہے۔ اس لئے اس فیصلے کے سامنے آنے سے پہلے اس بلیک میلر کی گرفتاری ضروری ہے ——— اور دوسری بات یہ ہے کہ اس بلیک میلر نے فوری طور پر ہاں یا نہ میں جواب طلب کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے یہ دھمکی بھی دی ہے کہ اگر اس دھمکی کو نظر انداز کر دیا گیا تو وہ وزیر اعظم صاحب کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔ اس کے لئے اس نے جلسہ عام میں صدر مملکت کی ٹوپی اتارنے کا حوالہ بھی دیا ہے اس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ اس طرح وہ باآسانی اپنی دھمکی پر عمل پیرا ہو سکتا تھا" سر سلطان نے جواب دیا۔

مگر اس سے پہلے تو وہ ٹوپی اپوزیشن لیڈر کے پاس سے برآمد ہوئی تھی۔ اس لیڈر کے بھائی نے اسے بذریعہ ڈاک ارسال کیا تھا اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اپوزیشن مجرموں سے ملی ہوئی ہے"۔ سر رحمان نے پہلی بار دخل اندازی کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ——— ہوا تو ایسے ہی تھا ——— مگر اس مسئلے کو ملکی حالات کے پیش نظر دبا دیا گیا تھا۔ مگر اب بلیک میلر کے حوالے سے یہ بات ظاہر ہو گئی ہے کہ ایسا اقدام صرف اپوزیشن اور حزب اقتدار کو آپس میں لڑانے کے لئے کیا گیا تھا۔ اگر اپوزیشن مجرم سے ملی ہوتی تو مجرم کا مطالبہ یکسر مختلف ہوتا۔ کیونکہ اپوزیشن کا مطالبہ یہی ہے کہ اس مسئلے کا فیصلہ اکثریتی گروپ کے حق میں کیا جائے"

سیکرٹری داخلہ سر طاہر نے جواب دیا۔ اور میٹنگ میں موجود

ہر آدمی نے ان کی رائے کی حمایت میں سر ہلا دیا۔

"اس بحث کی یہاں ضرورت نہیں ہے ——— ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس مسئلے کا فیصلہ بغیر کسی دباؤ کے قطعی غیر جانبدارانہ اور جمہوری انداز میں ہونا چاہیئے۔ قومی اسمبلی کے فیصلے کے مطابق مقررہ تاریخ میں صرف چار دن باقی رہ گئے ہیں ——— اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ان چار دنوں کے اندر مجرم گرفتار ہونا چاہیئے۔ اور ایسا ہونا ہر قیمت پر ضروری ہے۔ آپ اس بات پر غور کریں کہ اتنے قلیل وقت میں مجرم کو کیسے گرفتار کیا جا سکتا ہے" وزیر اعظم صاحب نے بحث کو بند کرتے ہوئے کہا۔

اب سب خاموش ہو گئے۔ کیونکہ کوئی بھی اتنی اہم ذمہ داری اپنے سر نہیں لینا چاہتا تھا۔

جب کافی دیر تک کسی نے بھی جواب نہ دیا تو وزیر اعظم ایکسٹو سے مخاطب ہو کر بولے۔

"مسٹر ایکسٹو ——— ! آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے"۔ اور سب ممبران چونک کر ایکسٹو کو دیکھنے لگے۔

"یہ مسئلہ بے حد اہم اور فوری حل کا متقاضی ہے۔ آپ باقی ممبران سے پہلے پوچھ لیجئے ——— اس کے بعد میں اپنی رائے دوں گا"۔ عمران نے باوقار لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سر طاہر اور سر رحمان ——— ! کیا آپ کے ڈیپارٹمنٹ یہ ذمہ داری لینے کے لئے تیار ہیں ———؟" وزیر اعظم نے ان دونوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جناب ——— اگر آپ کا حکم ہے تو ہم یہ کیس لینے کے لئے تیار ہیں ——— مگر میرا ذاتی خیال ہے کہ اس سلسلے میں ایکسٹو ہم سے زیادہ بہتر کام کر سکتا ہے۔ اس معاملے میں ایک فیصد رسک بھی ملک کے لئے ناقابل برداشت ہوگا ——— اور سیکرٹ سروس کے متعلق ہمیں یقین ہے کہ ان کے میدان میں آنے کے بعد ایک فیصد رسک بھی باقی نہیں رہے گا۔"

سر رحمان نے ایکسٹو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر باقی ممبران نے بھی باری باری ان کی تائید کر دی۔

"میں سر رحمان اور اپنے شعبے کے بارے میں اس حسنِ ظن کا مشکور ہوں ——— اور میں یہ ذمہ داری لینے پر تیار ہوں"۔ عمران نے بڑے باوقار لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور اس کی اس بات پر ممبران کے چہروں پر تو عمومی مگر وزیر اعظم کے چہرے پر خصوصی طور پر اطمینان بھری مسکراہٹ دوڑ گئی۔ ان کے چہرے سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ان کے کندھوں پر سے ایک بہت بڑا بوجھ اتر گیا ہو۔ اب انہیں یقین ہو گیا تھا کہ مجرم ان کی امیدوں سے کہیں پہلے گرفتار ہو جائے گا۔

ادھر سر سلطان کے لبوں پر بڑی پُراسرار قسم کی مسکراہٹ رینگ رہی تھی۔ وہ سوچ رہے تھے کہ اگر سر رحمان کو معلوم ہو جائے کہ جس ایکسٹو کے بارے میں کھلی محفل میں وہ یوں پسندیدہ خیالات کا اظہار کر رہے ہیں وہ ایکسٹو دراصل ان کا نالائق بیٹا عمران ہی ہے تو سر رحمان پہ کیا گزرے گی۔

"مسٹر ایکسٹو ——! آپ چاہیں تو ملٹری سیکرٹ سروس اور انٹلی جنس کا محکمہ بھی آپ کے ساتھ تعاون کرنے کے لئے تیار ہے"۔

ملٹری سیکرٹ سروس کے چیف کرنل ڈی اور سر رحمان نے بیک وقت کہا۔

"نہیں جناب —— مجھے آپ لوگوں کی امداد کی ضرورت نہیں پڑے گی —— اس لئے کہ میں پہلے سے اس کیس پر کام کر رہا ہوں اور مجرم بھی میرے سامنے ہے۔ اب صرف اس کی گردن میں آخری پھندہ کسنے کی دیر ہے"۔ عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

اور اس کے انکشاف پر سب بری طرح چونک پڑے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کیس لینے سے پہلے ہی ایکسٹو مجرم کے معاملے میں اتنا آگے بڑھ چکا ہوگا۔

"مجرم کون ہے —— کیا آپ بتلائیں گے۔" وزیر اعظم نے چونک کر پوچھا۔

"سوری سر —— یہ میرے اصول کے خلاف ہے۔ بہرحال آپ مطمئن رہیں —— قومی اسمبلی کے فیصلے سے پہلے مجرم آپ کے سامنے ہوگا۔" ایکسٹو نے سخت لہجے میں جواب دیا اور وزیر اعظم نے کندھے اچکاتے ہوئے میٹنگ برخواست کرنے کا حکم دے دیا اور سب ممبر ایک ایک کر کے کمرے سے باہر نکل گئے۔

کمرے میں تیز گھنٹی کی آواز گونجتے ہی گرے نے چونک کر میز کے کنارے پر لگا ہوا بٹن دبا دیا۔ اور بٹن دبتے ہی کمرے کے سامنے والی دیوار درمیان میں سے کھلتی چلی گئی۔ اب وہاں وسیع دروازہ بن چکا تھا جس کے سٹیل کے پٹ بند تھے۔ دروازہ بنتے ہی گھنٹی کی آواز بند ہوگئی۔ گرے نے پہلے بٹن کے قریب لگا ہوا ایک اور بٹن دبا دیا اور دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔

دروازہ کھلتے ہی گرے یکدم اچھل کر کھڑا ہوگیا۔

اس کی آنکھوں سے شدید حیرت کے آثار نمایاں تھے۔ کیونکہ تقریباً بارہ آدمی گارنڈیلا کو اٹھائے اندر داخل ہو رہے تھے۔ انہوں نے بڑے مؤدبانہ انداز میں گارنڈیلا کو فرش پر لٹا دیا۔

گارنڈیلا بے ہوش تھا اور اس کے جسم سے ابھی تک خون بہہ رہا تھا۔ گارنڈیلا کا رنگ سرسوں کے پھول کی طرح زرد ہو چکا تھا۔

"گازڈیلا کو کیا ہوا ——" گرے نے تیزی سے گازڈیلا کے قریب جاتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"باس —— ! جب ہم خفیہ راستے سے کوٹھی میں داخل ہوئے تو ہم نے میں آپریشن ہال میں گازڈیلا کے پانچ ساتھیوں کو مردہ اور گازڈیلا کو زخمی حالت میں پایا۔ گازڈیلا نے ہمیں حکم دیا کہ انہیں فوری طور پر آپ کے پاس لے آیا جائے۔ اس لئے ہم انہیں لئے ہوئے سیدھے آپ کے پاس آگئے ہیں۔"

"ٹھیک ہے —— فوراً ڈاکٹر آشکل کو بلاؤ —— فوراً" گرے نے غصّے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔ اور ان میں سے ایک آدمی بجلی کی سی تیزی سے مڑ کر بھاگتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

تقریباً چار یا پانچ منٹ بعد وہ اپنے ساتھ ایک انتہائی بوڑھے آدمی کو لئے اندر داخل ہوا۔

"ڈاکٹر آشکل —— دیکھو تمہارے گازڈیلا کا کیا حال ہے۔ اگر تم اسے ٹھیک کر دو تو یقین رکھو میں تمہیں اتنی دولت دوں گا کہ تمہاری سات پشتیں بھی اسے ختم نہیں کر سکیں گی۔" گرے نے ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"باس —— آپ دولت کی بات نہ کریں —— گازڈیلا میرا شاہکار ہے —— میں نے تمام عمر کی ریسرچ کے بعد گازڈیلا کو اپنی ایجاد کردہ دوائیں دے کر سپر مین بنا دیا تھا۔ مگر اس کا کیا حال ہوا۔ میں ہر قیمت پر اسے بچاؤں گا۔" بوڑھے ڈاکٹر نے جھک کر گازڈیلا کی نبض پکڑتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔

"باس —— جلدی کریں —— اسے میرے کمرے میں پہنچائیں۔ اس کا فوری آپریشن ہوگا۔" ڈاکٹر نے سیدھے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ اور گرے نے قریب کھڑے آدمیوں کو اسے لے جانے کا حکم دیا۔

اور چند لمحوں بعد دیوزاد گازڈیلا ان آدمیوں کے ہاتھوں پر سوار کمرے سے باہر نکل گیا۔

گرے اس کے باہر جاتے ہی تھکے تھکے قدم اٹھاتا ہوا دوبارہ اپنی کرسی پر گر سا گیا۔ اس کے خوفناک چہرے پر شدید پریشانی اور الجھن کے تاثرات تھے۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ایسا کیسے ہو گیا۔

گازڈیلا بیک وقت پچاس آدمیوں پر بھاری تھا۔ پھر اس کا یہ حشر کس نے کیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے سوچا کہ اس بار اس کا مقابلہ کسی انتہائی خطرناک شخصیت سے ہے۔ اس لئے اسے بڑے محتاط انداز میں قدم اٹھانے چاہیئں۔ یہ سوچتے ہی اس نے میز کی دراز کھولی اور اس میں موجود ایک چھوٹا سا مائیک نکال کر مائیک کے ساتھ لگا ہوا بٹن آن کر دیا۔

"گرے کالنگ —— !" اس کی آواز میں کڑک اور رعب کی بجائے پژمردگی کا عنصر نمایاں تھا۔

"یس باس —— سوجانہ سپیکنگ"۔ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"سوجانہ —— ڈیرسیون کو کال کر کے میرا حکم دے دو کہ ہیڈ کوارٹر نمبر دو کو فوری طور پر تباہ کر دیا جائے۔" گرے نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"نمبر سکسٹی سیون کی طرف سے کوئی رپورٹ ملی ہے" گرے نے پوچھا۔

"نو سر ——— ابھی تک کوئی رپورٹ نہیں ملی" سوجانا نے جواب دیا۔

"اچھا ——— جیسے ہی اس کی طرف سے رپورٹ ملے ——— مجھے فوراً اطلاع کر دینا" گرے نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور مائیک کا بٹن آف کر کے دراز بند کر دی۔

ابھی اسے بیٹھے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اچانک میز کی ٹاپ پر لگا ہوا شیشے کا چوکور ٹکڑا جلنے بجھنے لگا۔

گرے نے چونک کر دراز کھول کر ایک بار پھر مائیک نکال کر اس کا بٹن آن کر دیا۔

"یس ——— گرے سپیکنگ" گرے نے کرخت لہجے میں کہا۔

"باس ——— میں نے گارڈیلا کا آپریشن کر دیا ہے۔ اب وہ ہوش میں آچکا ہے۔ اور آپ سے فوری طور پر ملنا چاہتا ہے" دوسری طرف سے ڈاکٹر آشکل کی آواز سنائی دی۔

"ٹھیک ہے ڈاکٹر ——— میں آرہا ہوں" گرے نے مختصر سا جواب دیا اور پھر بٹن آف کر کے اس نے مائیک دراز میں رکھا اور خود اٹھ کر کمرے کے پچھلے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اس بار اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار نمایاں تھے۔ کمرے کے کونے میں جا کر اس نے دیوار پر ایک ہاتھ رکھا اور پھر جیسے ہی اس نے ہاتھ کو دبایا۔ کمرے کی دیوار میں ایک دروازہ بن گیا اور گرے اس

میں سے گزرتا ہوا دوسری طرف ایک گیلری میں آگیا۔ گیلری کراس کر کے وہ ایک دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔ دروازے کے باہر ایک مسلح آدمی موجود تھا۔

گرے کو دیکھتے ہی اس نے بڑی پھرتی سے اسے سیلوٹ مارا۔ اور پھر آگے بڑھ کر اس نے ایک بٹن دبا کر دروازہ کھول دیا۔ اور گرے بڑی بے نیازی سے اندر بڑھتا چلا گیا۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا۔ جس میں سرجری کے آلات اور دوسری پیچیدہ قسم کی مشینیں فٹ تھیں۔ ایک طرف مختلف قسم کی دوائیوں کے جار موجود تھے۔

درمیان میں ایک بہت مضبوط اسٹریچر پر گارڈیلا لیٹا ہوا تھا۔ اس کی ایک سائیڈ پر خون کی بوتل کا سٹینڈ اور دوسری سائیڈ پر گلوکوز کی بوتل سٹینڈ پر فٹ تھی۔ گارڈیلا اوندھے منہ لیٹا ہوا تھا۔ اور اس کی گردن کی پشت پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر آشکل سفید چوغے میں اس کے قریب کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

گرے کو دیکھتے ہی ڈاکٹر مودبانہ انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپریشن کیسا رہا ڈاکٹر ———؟" گرے نے گارڈیلا کے قریب پہنچتے ہوئے کہا۔

"کامیاب ——— ویسے یہ میری زندگی کا سب سے خطرناک آپریشن تھا۔ حرام مغز میں موجود پورے اعصابی نظام کی رگیں کٹ چکی تھیں۔ میں نے انہیں جوڑنے پر اپنی زندگی کا تمام تجربہ استعمال کر دیا ہے۔ اب گارڈیلا اپنے جسم کو حرکت دے سکتا ہے۔" ڈاکٹر نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ویری گڈ ڈاکٹر ——— تم نے گارڈیلا کی جان بچا کر مجھ پر احسان

کیا ہے۔" گرے نے خوش ہوکر کہا۔ اور پھر وہ گازڈیلا سے مخاطب ہوکر بولا۔

"گازڈیلا ——! کیا تم باآسانی بول سکتے ہو؟"

"ہاں باس —— میں شرمندہ ہوں کہ تمہارے اور ڈاکٹر کے معیار پر پورا نہ اتر سکا۔" گازڈیلا نے کمزور لہجے میں جواب دیا۔

"مجھے تفصیل بتاؤ گازڈیلا —— میں اس شخصیت کے متعلق سننے کے لئے سخت بے چین ہوں جس نے تم جیسے ناقابل شکست آدمی کا یہ حشر کیا ہے۔" گرے نے پوچھا۔

"باس ——! آپ کو یاد ہوگا —— جرمنی میں ایک بار ڈاکٹر شوکام اور ایک نوجوان علی عمران ہم سے ٹکرائے تھے جس کے نتیجہ میں ہمیں فرار ہونا پڑا تھا۔ بعد میں ہم نے ڈاکٹر کو تو قتل کر دیا تھا مگر وہ نوجوان غائب ہوگیا تھا۔" گازڈیلا نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔ کر

گرے اس کی بات سن کر چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر اچانک اس کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔

"ہاں —— مجھے یاد آگیا وہ مسخرا سا احمق نوجوان —— تو کیا یہ سب اسی کا کیا دھرا ہے۔" گرے نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"ہاں باس —— میں آپ کے حکم کے مطابق وہاں آنے والے چھ آدمیوں اور ایک لڑکی کو بے ہوش کر چکا تھا۔ اس کے بعد میں اپنے گروپ کے پانچ آدمیوں کو وہیں چھوڑ کر آپ کو کال کرنے آپریشن روم میں گیا —— جب میں واپس آیا تو سب آدمی ہلاک ہو چکے تھے اور حملہ آور سب ہوش میں تھے۔ ان کے ہاتھوں میں اسلحہ تھا۔ البتہ وہ مسخرہ سا

نوجوان اس بار ان کے درمیان موجود تھا۔ میں نے موقع کی مناسبت سے اس نوجوان کو بغیر اسلحہ کے اپنے ساتھ مقابلے پر آمادہ کر لیا اور یہی میری غلطی تھی۔ وہ نوجوان جو بظاہر قطعی احمق نظر آرہا تھا۔ انتہا درجے کا چست، تیلا اور چالاک نکلا۔ وہ چند ہی منٹ میں مجھے فرش پر گرا دینے میں کامیاب ہوگیا۔ اور پھر اس نے میری گردن کی پشت پر خنجر مارا اور میں اپنے جسم کو حرکت دینے سے بھی قاصر رہ گیا۔" گازڈیلا نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے —— مجھے یقین نہیں آرہا کہ وہ چوہڑی مار کر نوجوان تمہیں بے بس کرنے میں کامیاب ہوگیا تو اس نے تمہیں قتل کرنے کی بجائے زندہ کیوں چھوڑ دیا۔" گرے نے سوال کیا۔

"اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جاتے ہوئے مجھے پیغام دیا کہ اگر میں زندہ رہ جاؤں تو اپنے باس سے کہہ دوں کہ یہ علی عمران کا ملک ہے۔ یہاں سے اس کی لاش ہی واپس جا سکتی ہے۔" گازڈیلا نے جواب دیا۔

"اس کی یہ جرأت —— میں اس نوجوان کا وہ حشر کروں گا کہ اس کی روح صدیوں تک بلبلاتی رہے گی۔ اسکیپ گرے ناقابل شکست ہے اور ناقابل شکست رہے گا۔" گرے نے غصے سے بھڑکتے ہوئے کہا۔ گازڈیلا خاموش رہا۔

"ڈاکٹر —— گازڈیلا کتنے دنوں میں ٹھیک ہو جائے گا۔ میں اس کے ہاتھوں اس نوجوان کا قیمہ بنوانا چاہتا ہوں۔" گرے نے اس بار ڈاکٹر سے مخاطب ہوکر کہا۔

"ایک ہفتے کے اندر اندر رگاز ڈیلا بالکل تندرست ہو جائے گا۔" ڈاکٹر نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ——— مجھے بھی مشن کی تکمیل میں ایک ہفتہ لگ جائے گا ——— میں دیکھوں گا کہ یہ نوجوان میرے آڑے آکر کس طرح میرے ہاتھوں جان بچا سکتا ہے۔ میں آج ہی اپنے آدمیوں کو اس کی تلاش میں لگا دیتا ہوں۔ میں موجانہ کو یہاں بھیج دیتا ہوں۔ تم اس نوجوان اور اس کے ساتھیوں کے حلیئے اسے تفصیل سے بتا دو۔" گرے نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔



عمران کے دانش منزل پہنچتے ہی بلیک زیرو نے اسے بتلایا کہ مجرموں کے اڈے سے کوئی قابلِ ذکر چیز نہ ملی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ کوٹھی اچانک ایک خوفناک دھماکے سے تباہ ہو گئی ہے۔ اور وہاں مجرموں کا کوئی آدمی اندر جاتے یا باہر نکلتے بھی دکھائی نہیں دیا۔

"ٹھیک ہے ——— ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔" عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے جواب دیا اور پھر اس نے مختصر طور پر گرے کے

مطالبہ کے متعلق بلیک زیرو کو بھی بتلا دیا۔

"اوہ ——— یہ تو واقعی انتہائی سیریس مسئلہ ہے۔ اگر گرے نہ پکڑا گیا تو ملکی حالات بھونچال کی زد میں آجائیں گے۔"

بلیک زیرو نے بھی تشویش آمیز لہجے میں جواب دیا۔

"گرے بے حد چالاک مجرم ہے۔ اس نے صرف وزیرِ اعظم کو ہی نہیں بلکہ اسمبلی کے سرکردہ ممبران کو بھی بلیک میل کر رکھا ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے وزیرِ اعظم کے قتل کا انتظام بھی یقیناً کر لیا ہوگا۔ وہ چو طرفہ وار کرنے کا عادی ہے۔" عمران نے بلیک زیرو کو گرے کے متعلق مزید بتلایا۔

"بہر حال اب اس مجرم کو قومی اسمبلی کے فیصلے کی تاریخ سے پہلے گرفتار کرنا لازمی ہو گیا ہے تاکہ اس کی گرفتاری کی خبر سُن کر وہ ممبران بھی جو بلیک میل ہو رہے ہوں اطمینان دل سے اور غیر جانبدارانہ طور پر فیصلہ کر سکیں۔" بلیک زیرو نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں ——— ہونا تو ایسا ہی چاہیئے مگر ہمارے پاس کوئی لائن آف ایکشن نہیں ہے جس سے مجرم کو ٹریس کیا جا سکے۔" ——— عمران نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

اس وقت اس کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔ کافی دیر تک کمرے میں گہری خاموشی طاری تھی۔ پھر اچانک عمران چونک پڑا۔ اس نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کیا صفدر اور شکیل ابھی تک کوٹھی کے گرد پہرہ دے رہے ہیں۔"

"جی ہاں ——— میں نے ابھی انہیں واپس آنے کے لئے

نہیں کہا۔" بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"ٹرانسمیٹر پر اشیاں کال کرو" ——— عمران نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا۔ اور بلیک زیرو نے میز پر موجود ٹرانسمیٹر کا بٹن دبا کر فریکوئنسی سیٹ کی اور پھر اس کا آپریشن بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ——— ہیلو ——— اوور" بلیک زیرو نے مخصوص انداز میں پکارا۔

"ہیلو ——— صفدر سپیکنگ ——— اوور" چند لمحوں بعد دوسری طرف سے صفدر کی آواز ابھری

عمران نے بلیک زیرو کے ہاتھ سے مائیک لے لیا اور مخصوص آواز میں کہا۔

"ایکسٹو سپیکنگ ——— اوور"

"یس سر ——— اوور" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"صفدر ——— کیا پوزیشن ہے ——— اوور ——"

"سر ——— کوٹھی پر پولیس کا قبضہ ہے اور پولیس پوری کوٹھی کے ملبے کو ہٹا ہٹا کر چیک کر رہی ہے ——— اوور" صفدر نے جواب دیا۔

"صفدر ——— کیا تم نے سرنگ کے راستے کوٹھی کو چیک کیا تھا۔ اوور" عمران نے سوال کیا۔

"یس سر ——— شکیل اس طرف تھا اوور" ——— صفدر نے جواب دیا۔

"اچھا ——— اب تم ایسا کرو کہ کوٹھی میں داخل ہو کر کسی طرح یہ معلوم کرو کہ کانڈیلا کی لاش پولیس کو ملی ہے یا نہیں ——— اوور"

عمران نے اسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر باس ——— میں ابھی جاتا ہوں۔ پولیس افسران میں سے کئی میرے دوست ہیں ——— اس لئے میں باآسانی معلوم کر لوں گا۔ اوور" صفدر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ——— معلوم کر کے مجھے ابھی رپورٹ دو اوور اینڈ آل" عمران نے کہا اور مائیک بلیک زیرو کی طرف بڑھا دیا۔

بلیک زیرو نے ٹرانسمیٹر آف کر کے مائیک اس میں لٹکا دیا۔

عمران چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے ٹرانسمیٹر کو اپنی طرف کھسکایا اور اس کی فریکوئنسی سیٹ کر کے اسے آن کیا اور مائیک سنبھال لیا۔

"ہیلو ——— ہیلو ——— اوور" عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

اور پھر چند لمحوں کی کوشش کے بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"ٹائیگر سپیکنگ ——— اوور"

"عمران سپیکنگ ——— اوور" عمران نے اپنے اصل لہجے میں بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"یس باس ——— فرمائیے ——— اوور" دوسری طرف سے ٹائیگر کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"ٹائیگر وزیراعظم کے پرسنل سیکرٹری کو اغوا کر کے اس کے میک اپ میں تم وزیراعظم کے قریب رہو۔ تمہیں بے حد چوکنا رہنا ہوگا۔ وزیراعظم کی جان کو کسی بھی لمحے خطرہ درپیش آ سکتا ہے۔ ہوں۔ اگر اس دوران کوئی ایسی بات تمہارے علم میں آئے جسے تم مشکوک سمجھو تو فوری طور پر مجھے رپورٹ دینا ——— اوور" ——— عمران نے اسے ہدایت

دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر ـــــ میں آج ہی کوشش کرتا ہوں۔ پرسنل سیکرٹری کی جگہ لے کر میں آپ کو کال پوائنٹ کے اطلاع دوں گا" ٹائیگر نے جواب دیا

"ٹھیک ہے ـــــ اب وزیراعظم کا دفاع تمہاری ذمہ داری ہے ـــــ اور تم جانتے ہو اس سلسلے میں معمولی سی کوتاہی بھی کتنی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے ـــــ اوور" عمران نے اسے متنبہ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں سر ـــــ میں اس کام کی اہمیت کو سمجھتا ہوں اوور" ـــــ ٹائیگر نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" ـــــ عمران نے جواب دیا اور پھر بٹن آف کر کے سلسلہ منقطع کر دیا۔

اسی لمحے ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی آواز نکلی اور عمران نے چونک کر ڈائل کو دیکھا۔ فریکونسی تبدیل ہو چکی تھی۔ وہ نئی فریکونسی دیکھ کر سمجھ گیا کہ صفدر کی کال ہے۔ اس نے بٹن دبا کر رابطہ قائم کیا تو دوسری طرف سے صفدر کی آواز ابھری۔

"صفدر کالنگ ـــــ اوور"

"ایکسٹو ـــــ!" عمران نے مخصوص لہجے میں جواب دیا۔

"سر ـــــ: میں نے معلوم کر لیا ہے ـــــ اس ہال کے ملبے سے گارڈیلا کی لاش نہیں ملی ـــــ اوور" صفدر کی آواز سنائی دی

"ٹھیک ہے ـــــ مزید کوئی بات ـــــ اوور" عمران نے سوال کیا۔

"کوئی خاص بات تو نہیں سر ـــــ البتہ اس کوٹھی میں تہہ خانوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ اور نیچے تہہ خانوں میں سے عجیب و غریب اور جدید قسم کے میکنزم کے آثار بھی ملے ہیں۔ اس لئے پولیس بے حد حیران ہے کوٹھی کی ملکیت کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ کچھ سات ماہ پہلے کسی غیر ملکی نے یہ کوٹھی خریدی تھی اور دوسری بات یہ بھی کہ سرنگ کے علاوہ اس کوٹھی سے باہر جانے کے اور بھی بہت سے خفیہ راستے ملے ہیں ـــــ اوور" صفدر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"انہی خفیہ راستوں سے گارڈیلا کو لے جایا گیا ہوگا۔ بہرحال تم اور شکیل واپس اپنے فلیٹوں میں چلے جاؤ ـــــ اور مزید ہدایات کے منتظر رہو ـــــ اوور اینڈ آل"۔ عمران نے جواب دیا اور بٹن آف کر کے مائیک ٹرانسمیٹر کے ہک سے لٹکا دیا۔

بلیک زیرو ـــــ جولیا کو ہدایت دے دو کہ وہ سب ممبران کو الرٹ کر دے کہ وہ اب ہر وقت میک اپ میں رہیں اور اس کے ساتھ ہی انہیں میری نگرانی بھی کرنی پڑے گی۔ آج کے بعد میں اپنا زیادہ وقت پبلک مقامات پر گزاروں گا۔"

عمران نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کیا میں اس کی وجہ پوچھ سکتا ہوں" ـــــ بلیک زیرو نے قدرے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"بلیک زیرو ـــــ تم گریٹ کی فطرت کو نہیں جانتے۔ جب اسے گارڈیلا سے معلوم ہوا ہوگا کہ میں اس کے اڈے آ رہا ہوں تو وہ پاگل کتے کی طرح اپنے آدمیوں کو میرے پیچھے لگا دے گا۔ اور اب

اس تک پہنچنے کی صرف ایک ہی صورت رہ گئی ہے کہ وہ مجھے اغوا کر کے اپنے اڈے پر لے جائے ۔ اور اس طرح ہمیں آگے بڑھنے کا کوئی کلیو مل جائے گا“ عمران نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا ۔

” تو اس کے لئے کیا یہ بہتر نہیں رہے گا کہ آپ کی نگرانی میں خود کروں اور جب ضرورت پڑے تو میں ممبروں کو ٹرانسمیٹر پر بلوا لوں ہمارے باقی تمام ساتھیوں کو گاڈ زیلا دیکھ چکا ہے ۔ میک اپ میں ہونے کے باوجود ان کے ڈیل ڈول اور قد و قامت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور ہو سکتا ہے آپ کو تو اغوا کر لیا جائے اور انہیں فوری طور پر گولی مار دی جائے ۔ اس لئے رسک نہیں لینا چاہیئے “ بلیک زیرو نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا ۔

اس کی بات سن کر عمران بے اختیار مسکرا دیا اور پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا ۔

” تو سیدھی طرح کہو بلیک زیرو کہ تمہاری ہتھیلیاں کھجلا رہی ہیں بہرحال تمہاری تجویز مجھے منظور ہے ۔ تمام ممبروں سے کہہ دو کہ وہ آئندہ فون کی بجائے وائج ٹرانسمیٹر پر تم سے رابطہ رکھیں ۔ اور تم کل صبح ہوٹل بلز میں پہنچ جانا ۔ میں وہیں موجود ہوں گا “ عمران نے کہا اور پھر اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا ۔

ٹھامینگو نے بڑی آسانی سے پرائم منسٹر کے پرسنل سیکرٹری کو اغوا کر لیا ۔ اس کا قد و قامت بھی چونکہ اس سے مطابقت رکھتا تھا اس لئے آج صبح جب وہ سیکرٹری کے میک اپ میں دفتر گیا تو کسی کو اس پر شک نہ ہوا ۔ اس نے عمران کو اپنی کامیابی کی اطلاع بھی دے دی تھی ۔ اور عمران نے اسے ایک بار پھر ہوشیار رہنے کی تاکید کر دی تھی ۔

تمام دن وہ اپنے معمول کے مطابق اپنے فرائض سرانجام دیتا رہا ۔ ویسے ایک ہی دن میں اس نے محسوس کر لیا تھا کہ پرائم منسٹر آج کل بے حد پریشان اور الجھے ہوئے ہیں ۔ چونکہ اس کا کام ہی ایسا تھا کہ وہ پرائم منسٹر کو پیش آنے والے تمام واقعات سے باخبر کرتا رہتا ۔ اس لئے اسے کی وجہ بھی معلوم ہو گئی کہ اس مذہبی مسئلے کی بنا پر پرائم منسٹر زیادہ الجھے ہوئے ہیں ۔

ملکی حالات سے صاف ظاہر تھا کہ ملک اس وقت خفیہ آتش فشاں

کے دہانے پر موجود ہے۔ ایسا آتش فشاں جو کسی بھی لمحے پھٹ سکتا ہے اور اگر ایک بار پھٹ گیا تو وہ پورے ملک کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا۔ اور اپوزیشن اس آتش فشاں کو بھڑکانے کے لئے حتی الوسع کوشش کر رہی تھی۔ اس مسئلہ پر اندرونی دباؤ کے ساتھ ساتھ متضاد قسم کا بیرونی دباؤ بھی پرائم منسٹر پر ڈالا جا رہا تھا۔

اقلیتی فرقہ کے بیرونی حمایتی اس کوشش میں تھے کہ اسے داخلی معاملے کی بجائے بین الاقوامی مسئلہ بنا دیا جائے۔

بہرحال حالات بے حد نازک تھے۔ اور اب یہ پرائم منسٹر کی بصیرت پر منحصر تھا کہ وہ کس طرح اس خطرناک مسئلے کو حل کرتے ہیں جس میں داخلی انتشار کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی پیچیدگیاں بھی شامل تھیں۔

اور پرائم منسٹر کے ساتھ ایک دن کام کرنے سے ہی ٹائیگر کو بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ ٹلسران نے پرائم منسٹر کی حفاظت کے لئے اسے کیوں بھیجا ہے۔ اس وقت پرائم منسٹر کی ذات مرکزی حیثیت حاصل کر گئی تھی اور خاص طور پر خطرہ اقلیتی فرقے کی طرف سے تھا۔ کیونکہ جیسے ہی انہیں خدشہ ہوا کہ فیصلہ ان کی خواہشات کے خلاف ہونے والا ہے انہوں نے پرائم منسٹر کو درمیان سے ہٹانے کی کوشش کرنی ہے تاکہ مسئلہ التوا میں پڑ جائے۔

مگر رات کو جب پرائم منسٹر نے اسے جانے کی اجازت دی تو اسے نہ چاہتے ہوئے بھی پرائم منسٹر ہاؤس میں موجود اپنے فلیٹ پر جانا پڑا۔ کیونکہ وہ انہیں اپنی ذات سے مشکوک نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اس کا فلیٹ پرائم منسٹر ہاؤس کی شمالی دیوار کے ساتھ تھا۔ اور

اس نے خود بھی اصل پرسنل سیکرٹری کو اس کے فلیٹ سے ہی اغوا کیا تھا۔ اس کے لئے اس نے پانی کے پائپ کا استعمال کیا تھا۔ جو بیرونی دیوار سے ہوتا ہوا اس کے فلیٹ تک چلا گیا تھا۔

چنانچہ اجازت ملتے ہی وہ سیدھا اپنے فلیٹ پر آ گیا اور جب لفٹ نے اسے فلیٹ کے برآمدے میں پہنچایا تو اس کی چھٹی حس خود بخود جاگ پڑی۔ اسے محسوس ہوا جیسے فلیٹ میں اسے کوئی خطرہ درپیش ہو۔ مگر اس کے ذہن میں خطرہ کوئی خاص شکل میں واضح نہ ہو سکا اور اس نے اسے اپنا وہم سمجھ کر ٹال دیا۔ اور تیز تیز قدم اٹھاتا فلیٹ کے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

دروازے پر پہنچ کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور چابی نکال کر کی ہول میں ڈالی۔ چابی گھماتے ہی کلک کی آواز پیدا ہوئی اور ٹائیگر نے ہینڈل دبا کر دروازہ کھول دیا۔

دروازہ کھولنے تک اس کے ذہن میں خطرے کی گونج برابر سنائی دے رہی تھی۔ اس لئے وہ بے حد چوکنا تھا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور کے دستے پر اپنی گرفت مضبوط کی اور پھر کمرے میں داخل ہو گیا۔

دروازے کے قریب ہی موجود سوئچ بورڈ پر اس کا ہاتھ پڑا اور دوسرے لمحے ایک چٹ کی آواز سے کمرہ مرکزی بلب کی تیز روشنی میں نہا گیا۔ ٹائیگر نے آنکھوں کو سرچ لائٹس کی طرح گردش دی اور دوسرے لمحے اسکے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔ کمرہ خالی تھا۔ اس نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا اور مڑ کر دروازہ بند کر دیا۔ اور پھر سیدھا ڈرائنگ

کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

جیسے ہی ٹوائلٹ کا دروازہ بند ہوا۔ کمرے کی شمالی دیوار کے ساتھ لگی ہوئی دیو ہیکل الماری کے پیچھے سے ایک نقاب پوش نے سر باہر نکالا اور ایک ہی نظر میں کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے وہ بڑے محتاط انداز میں الماری کے پیچھے سے نکل آیا۔

باہر آ کر وہ دبے پاؤں کھڑکی کی طرف بڑھا اور اس نے آہستگی سے کھڑکی کھول دی اور بڑی احتیاط سے نیچے جھانکا۔ دیوار کے ساتھ ہی اسے ایک سایہ نظر آ گیا۔ اس نے اپنا ہاتھ ہوا میں لہرایا۔ اور پھر تیزی سے مڑ کر واپس ٹوائلٹ کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ٹوائلٹ کے دروازے کی کی ہول سے آنکھ لگا دی۔

ٹائیگر اس وقت باتھنگ ٹب میں لیٹا ہوا غسل میں مصروف تھا۔ نقاب پوش سیدھا ہوا اور اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک بگل نما آلہ نکالا بگل کی طرح اس کے پیچھے ربڑ کا غبارہ لگا ہوا تھا مگر اس کے آگے دہانے کا منہ بگل کی طرح چوڑا ہونے کی بجائے چپٹا سا تھا۔

اس نے آلے کے منہ پر لگا ہوا ٹیپ اکھاڑا اور پھر اس چپٹے منہ کو کی ہول سے لگا دیا۔ آلے کا منہ کی ہول میں بالکل فٹ آ گیا اور نقاب پوش نے بڑی تیزی سے ربڑ کے غبارے کو دبانا شروع کر دیا۔

وہ چند لمحوں تک مسلسل اس غبارے کو ہاتھ سے دباتا رہا پھر اس نے وہ آلہ کی ہول سے ہٹا لیا اور دوبارہ کی ہول سے آنکھ لگا دی اور اب اس نے دیکھا کہ ٹائیگر ٹب کے کنارے پر ہی بے ہوش پڑا تھا۔ شاید گیس کو محسوس کرتے ہی اس نے ٹب سے باہر نکلنے کی کوشش

کی تھی۔ مگر گیس اتنی زود اثر تھی کہ اس نے ٹائیگر کو ٹب سے باہر نکلنے کی مہلت ہی نہیں دی تھی۔

اسے بے ہوش دیکھ کر نقاب پوش نے ہینڈل دبا کر دروازہ کھول دیا۔ اور خود ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد جب اسے یقین ہو گیا کہ گیس ٹوائلٹ سے نکل گئی ہو گی۔ وہ ٹوائلٹ میں داخل ہوا اور پھر اس نے ٹائیگر کو ٹب سے باہر گھسیٹ لیا اور ساتھ پڑے باتھنگ گاؤن سے اس نے ٹائیگر کا جسم ڈھانپ دیا۔ اور پھر اسے کاندھے پر اٹھا کر وہ ٹوائلٹ سے باہر نکل آیا۔ کمرے میں آتے ہی وہ سیدھا کھڑکی کی طرف گیا۔ اور پھر اس نے نیچے جھانک کر ایک ہاتھ لہرایا۔

دیوار کے ساتھ کھڑے ہوئے آدمی نے بھی جواب میں ہاتھ لہرا دیا۔ اور نقاب پوش بڑی پھرتی سے کھڑکی سے باہر نکل آیا۔ ٹائیگر ابھی تک اس کے کندھے پر لدا ہوا تھا۔ کھڑکی کے قریب موجود پائپ کے ذریعے کھسکتا ہوا وہ ایک منٹ سے بھی کم عرصے میں نیچے زمین تک پہنچ گیا۔ دوسرے آدمی نے بڑی پھرتی سے ٹائیگر کو اس سے لیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا سڑک کے دوسری طرف ایک گلی میں داخل ہو گیا۔

نقاب پوش بھی ادھر ادھر دیکھتا ہوا اس کے پیچھے چل دیا۔ اور پھر پتلی سی گلی گزرتے ہی وہ ایک سڑک پر آ گئے جہاں ایک سیاہ رنگ کی کار موجود تھی۔

انہوں نے تیزی سے کار کا دروازہ کھولا اور پھر ٹائیگر سمیت وہ دونوں کار میں گھس گئے۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی کار ایک

جھٹکا کھا کر آگے بڑھ گئی۔

پھر جب ٹائیگر کو ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو ایک کافی بڑے کمرے میں پایا۔ شعور جاگتے ہی وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔ مگر پھر وہ سُست پڑ گیا کیونکہ اس نے سامنے ایک انتہائی لحیم شحیم آدمی کو کھڑے دیکھا۔ جس کا چہرہ ایک زخم کی وجہ سے دو حصوں میں بٹ کر انتہائی خوفناک دکھائی دے رہا تھا۔

"کھڑے ہو جاؤ نوجوان" ——— اس لحیم شحیم آدمی نے کڑک دار لہجے میں ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور ٹائیگر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

اسی لمحے اس نے دیکھا کہ کمرے کی سائیڈوں میں اور اس کی پشت پر تقریباً دس سٹین گنوں سے مسلح آدمی موجود تھے۔ اور سٹین گنوں کا رخ ظاہر ہے اس کی طرف ہی ہونا تھا۔

"کیا نام ہے تمہارا ———؟" اس خوفناک شکل والے آدمی نے پوچھا۔

"تم کون ہو ——— اور مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں پرائم منسٹر کا پرسنل سیکرٹری ہوں۔ میرے منہ سے نکلا ہوا ایک لفظ تم سب بدمعاشوں کے لئے موت کا پیغام بن سکتا ہے"۔ ٹائیگر نے جان بوجھ کر لہجے کو سخت بناتے ہوئے کہا۔

مگر دوسرا لمحہ خود ٹائیگر پر بہت بھاری گزرا۔ اس لحیم شحیم انسان کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا۔ اور تھپڑ کی گونج کے ساتھ ہی ٹائیگر اچھل کر دس قدم دور جا پڑا۔

ایک لمحے کے لئے تو ٹائیگر کا ذہن زلزلے کی زد میں آیا اور اس

نے اچھل کر کسی کی سٹین گن پر ہاتھ ڈالنا چاہا۔ مگر دوسرے لمحے اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ کیونکہ اس وقت وہ کسی جاسوس کی بجائے ایک ذمہ دار عہدے دار کے روپ میں تھا۔ اگر وہ لڑ پڑتا تو اس کے انداز سے یہ مجرم مشکوک ہو جاتے۔ اس لئے تھپڑ کھا کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اپنا ہاتھ گال پر رکھا ہوا تھا۔ ویسے یہ بات ضرور تھی کہ ایک ہی تھپڑ نے اسے محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً تارے دکھلا دیئے تھے۔ اس کا ذہن ابھی تک جھنجھنا رہا تھا۔

"میں نے جو پوچھا ہے ——— اس کا جواب دو"۔ لحیم شحیم آدمی نے جو یقیناً گریے تھا۔ اس بار پہلے سے بھی زیادہ کرخت لہجے میں کہا۔

"میرا نام عامر رضا ہے"۔ ٹائیگر نے اس بار شرافت سے جواب دیا۔ اب اس نے اپنے چہرے پر خوف کے تاثرات بھی پیدا کر لئے تھے۔

"اپنے متعلق تمام تفصیلات بتلا دو اور یاد رکھو اب اگر تم نے جواب دینے کی بجائے کوئی اور بات کی تو تمہارے جسم میں ایک ہڈی بھی سلامت نہیں بچے گی"۔ گریے نے بدستور کرخت لہجے میں کہا۔

اور ٹائیگر نے خاموشی سے اپنے دفتر اور فلیٹ کے متعلق تفصیلات بتلا دیں مگر صرف دفتری کارروائی کی حد تک۔

"موتھے" ——— اس بار گریے نے دیوار کے قریب کھڑے ہوئے ایک آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس" ——— اس آدمی نے دو قدم آگے بڑھ کر انتہائی مؤدبانہ لہجے میں مخاطب ہو کر کہا۔

"تم نے اس کی آواز سن لی اور دیگر تفصیلات بھی ـــــ اب تم اس کی آواز میں بات کرکے دکھاؤ۔" گرے نے موشے سے مخاطب ہوکر کہا۔

"آپ بے فکر رہیں باس ـــــ اب میں اپنا رول بخوبی نبھالوں گا۔" موشے نے کہا۔ اور اس بار اس کی آواز اور لہجہ حیرت انگیز حد تک ٹائیگر سے ملتا تھا۔

اب ٹائیگر سمجھ گیا کہ باس کا اسے یہاں لانے کا مقصد کیا تھا۔ باس نے بھی وہی ترکیب سوچی تھی جو عمران نے سوچی تھی اور ٹائیگر کو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ وہ اصل مجرموں تک پہنچ گیا ہے جن کی طرف سے عمـــران کو خطرہ تھا۔

"اس سیکرٹری کے بچے کو روم نمبر سیون میں پھینک دو۔ اور اس کا خاص خیال رکھا جائے۔ اور موشے تم نے جاتے ہی یہ چیک کرنا ہے کہ اس نے ہمیں کہیں غلط اطلاعات تو نہیں دی ہیں۔ اگر اس نے غلط اطلاع دی ہوئی تو پھـــر دیکھنا میں اس کا کیا حشر کرتا ہوں۔ اور اگر کسی بھی وقت تمہیں کوئی دقت پیش آئے تو مجھے بتلا دینا۔ میں اس سے پوچھ کر تمہیں بتلا دوں گا۔" گرے نے موشے کو ہدایت دیتے ہوئے کہا

"ٹھیک ہے باس" ـــــ موشے نے اسی طرح مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"اب تم جا سکتے ہو" ـــــ گرے نے اسے حکم دیا اور موشے گرے کو جھک کر سلام کرتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

"اسے لے جاؤ اور میری ہدایت پر عمل کرو ـــــ اور یاد رکھنا اس کی حفاظت میں معمولی سی کوتاہی بھی برداشت نہیں کروں گا۔" گرے نے دوسرے آدمیوں کو حکم دیا۔

اور پھر ٹائیگر سٹین گنوں کے سائے میں کمرے سے باہر لایا گیا۔ اور مختلف راہداریوں سے گزار کر اسے ایک کمرے کے دروازے پر روک دیا گیا۔ دروازے کے اوپر سات کا ہندسہ چمک رہا تھا۔ ٹائیگر سمجھ گیا کہ اس کمرے میں اسے قید کیا جائے گا۔ ایک آدمی نے کمرے کا دروازہ کھولا اور پھر ٹائیگر کو اندر دھکیل کر دروازہ بند کر دیا گیا۔

ٹائیگر نے اندر داخل ہوکر دیکھا تو یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کے ایک کونے میں فرش سے پیوستہ لوہے کا پلنگ موجود تھا اور اس پر ایک نرم گدا اور ایک کمبل بھی رکھا ہوا تھا۔

خاصے مہمان نواز واقع ہوئے ہیں۔ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر پلنگ پر بیٹھ گیا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ عمـــران کو کس طرح اس بات کی اطلاع دے کہ وہ مجـــرموں کے اڈے میں پہنچ گیا ہے اور دوسری بات جو سب سے اہم تھی کہ عمران کو موشے کے متعلق بتلانا ضروری تھا۔ کیونکہ موشے کی موجودگی میں وزیر اعظم کی ذات کو ہر وقت خطرہ لاحق رہتا تھا۔ موشے کو وہاں بھیجنے کا مقصد بھی یہ تھا کہ جس وقت بھی وزیر اعظم ان کے مشن کے خلاف فیصلہ کرنے سے متعلق سوچیں انہیں ختم کر دیا جائے۔

مگر مصیبت یہ تھی کہ اسے اس وقت بے ہوش کیا گیا تھا جبکہ وہ باتھنگ ٹب میں لیٹا ہوا تھا۔ اس لئے اس وقت اس کے پاس واچ ٹرانسمیٹر تک موجود نہیں تھا

ایک لمحے کے لئے اس نے سوچا کہ وہ یہاں سے نکل جائے اور عمران کو اطلاع کرے۔ مگر پھر اس نے فیصلہ بدل دیا کیونکہ جیسے ہی مجرموں کو اس کے نکلنے کی اطلاع ملی ہے۔ انہوں نے وزیر اعظم کو ختم کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ اس لئے اس قسم کا اقدام قطعی غیر مناسب رہے گا۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی حل اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا چنانچہ وہ پلنگ پر لیٹ گیا۔ اور اپنی تمام ذہنی قوتوں کو اس مسئلے کے حل کے لئے استعمال کرنے لگا۔



عمران اپنے مخصوص ٹیکنی کلر لباس میں چہرے پر حماقتوں کی تہہ چڑھائے ہوٹل پلازہ میں داخل ہونے لگا تو دربان نے ایک بار تو آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا اور پھر ہاتھ آگے بڑھا کر دروازے میں داخل ہونے سے روک دیا۔

"کیا بات ہے صاحب ——— آپ کیوں اندر جانا چاہتے ہیں" دربان نے قدرے کرخت لہجے میں کہا۔

"م ——— م ——— مجھے بھوک لگی ہے ——— میں نے کھانا کھانا ہے" عمران نے چونک کر جواب دیا۔ اس کے لہجے میں بڑی عاجزی

تھی۔ ہوٹل پلازا ابھی نیا نیا شروع ہوا تھا اور پندرہ منزلہ سنٹرلی ایئر کنڈیشنڈ شہر کے امراء و رؤسا کا سب سے پسندیدہ ہوٹل بن چکا تھا۔ اس لئے اس ہوٹل کے دروازے عام آدمیوں کے لئے بند کر دیئے گئے تھے تاکہ امراء و رؤسا کے منہ کا ذائقہ نہ بگڑنے پائے۔

عمران چونکہ پہلی بار اس ہوٹل میں آیا تھا۔ اس لئے ظاہر ہے ہوٹل کے دربانوں اور عملے کے لئے وہ نیا تھا۔ چنانچہ دربان نے اس کے عجیب و غریب لباس اور چہرے پر حماقتوں کا بہتا ہوا آبشار دیکھ کر اسے روک لیا۔

اور جب عمران نے اسے بھوک کے متعلق بتایا تو دربان کو مکمل یقین ہو گیا کہ اس نے اس آدمی کو صحیح روکا ہے۔

"بھوک لگی ہے تو کسی گھٹیا سے ہوٹل کا رخ کرو۔" دربان نے اس بار بڑے تلخ اور حقارت آمیز لہجے میں جواب دیا۔

"گھٹیا ہوٹل ——— وہ جو سرکلر روڈ کی نکڑ پر ہے ارے وہاں تو بڑا اصلی کھانا ملتا ہے۔ وہ خالص گھی استعمال کرتے ہیں۔ اور تمہیں علم ہے خالص گھی ہمیں آجکل ہضم نہیں ہوتا۔ اسلئے بھائی مجبوری ہے" عمران نے دربان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑی بیزاری سے جواب دیا۔

"اچھا ——— اچھا ——— یہاں سے ہٹو ——— دیکھو صاحب آ رہے ہیں" دربان نے اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔ کیونکہ اسی لمحے ایک کار آکر رکی تھی۔ اس میں سے ایک فیشن ایبل جوڑا اتر کر مین گیٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اور پھر جیسے ہی وہ جوڑا دروازے کے سامنے آیا ۔ عمران دروازے کو گھیر کر چوڑا ہو کر کھڑا ہو گیا ۔ اور ان سے مخاطب ہو کر بولا ۔

" دیکھئے صاحب ـــــ ! اندر جانے کا پہلا نمبر میرا ہے ۔ جب تک میں نہیں جاؤں گا ۔ آپ نہیں جا سکتے اور دربان مجھے اندر نہیں جانے دیتا "

اس جوڑے کے چہرے پر اس کی بات اور اس کا فیصلہ سن کر انتہائی ناگواری اور حقارت کے آثار پیدا ہوئے اور پھر مرد بولا ۔

" دربان ـــــ ! یہ کیا تماشہ لگا رکھا ہے ـــــ منیجر کو بلاؤ اور اس پاگل کو ہوٹل سے باہر نکلواؤ " اس کے لہجے میں بے پناہ غصہ تھا ۔

" منیجر کو ـــــ ٹھیک ہے میں بلا لاتا ہوں ـــــ آپ یہاں ٹھہریں " عمران نے تیز لہجے میں کہا اور پھر اپنی طرف بڑھتے ہوئے دربان کو دھکا دے کر تیزی سے دروازہ کھول کر اندر غائب ہو گیا ۔ دربان اٹھ کر اندر جانے لگا ۔ مگر اسی لمحے ایک اور کار آ کر رکی اور دربان کو ان کے استقبال کے لئے مجبوراً دروازے پر رکنا پڑا ۔

" ہم ابھی منیجر سے بات کرتے ہیں ـــــ اب اس ہوٹل میں ایسے لفنگے بھی آنے لگے ہیں " جوڑے والے صاحب نے غصے سے پھنکارتے ہوئے کہا اور پھر اپنی ساتھی عورت کا ہاتھ پکڑ کر ہوٹل میں گھستا چلا گیا ۔ اور دربان بیچارے کا رنگ زرد پڑتا چلا گیا ۔ کیونکہ اسے اپنی نوکری جاتی یقینی دکھائی دینے لگی ۔

وہ دونوں جیسے ہی ہال میں داخل ہوئے ۔ انہیں عمران ہال

کے درمیان ایک میز پر بیٹھا نظر آیا ۔ ہال میں موجود دیگر لوگوں کی نظریں بھی اسی پر مرتکز تھیں ۔ ظاہر ہے اس کا حلیہ ہی ایسا تھا کہ لوگوں کی توجہ لازمی اس کی طرف ہونی چاہئے تھی ۔ اور پھر انہیں منیجر تیزی سے عمران کی طرف بڑھتا نظر آیا ۔ شاید اسے بھی اطلاع مل گئی تھی ۔ انہوں نے اطمینان کا سانس لیا ۔

انہیں یقین تھا کہ اب منیجر ضرور اس گھٹیا آدمی کو اٹھا کر باہر پھینک دے گا اور ہوٹل کا اعلیٰ سٹینڈرڈ قائم رہے گا ۔ وہ چلتے ہوئے اپنی ریزرو میز پر پہنچ گئے ۔ اور اتفاق سے ان کی میز اس میز سے بالکل ملحقہ تھی جس پر عمران بیٹھا ہوا تھا ۔

منیجر عمران کے قریب آ کر رکا اور پھر اس نے چہرے پر کاروباری مسکراہٹ لاتے ہوئے عمران سے بڑے با اخلاق لہجے میں کہا ۔

" صاحب ـــــ ! اس ہوٹل میں داخلے کے کچھ اصول ہیں اور وہ اصول یہ ہیں کہ پہلے میز ریزرو کرائی جائے اور دوسرا یہ کہ آپ کو لازماً سوٹ میں ملبوس ہونا چاہئے ۔

عمران بڑے اطمینان سے منیجر کی بات سنتا رہا اور پھر بولا ۔

" بڑے اچھے اصول ہیں جناب ـــــ میں نے تو ایسے ہوٹل بھی دیکھے ہیں ۔ جہاں بغیر کپڑوں کے آنا لازمی ہوتا ہے ۔ میرا خیال ہے اس ہوٹل کا نام اخلاقی اصول پسند ہوٹل رکھ دیں " عمران کے لہجے میں تعریف کے ساتھ ساتھ عقیدت کا جذبہ بھی شامل تھا ۔

" مگر جناب ـــــ آپ نے یہ دونوں اصول پورے نہیں کئے اس لئے بہتر ہے کہ آپ تشریف لے جائیں ۔ اس بار منیجر کے لہجے میں

ہلکی سی تلخی تھی۔

"اور اگر میں نہ جاؤں تو" ——— جواب میں عمران نے بھی تلخ لہجے میں کہا۔

"تو پھر ہمیں زبردستی کرنی پڑے گی۔" منیجر نے اس بار کھل کر انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"تو ٹھیک ہے کرو ——— مگر تمہارے لئے بہتر یہ ہے کہ میرے لئے ایک کریم کافی بھیج دو۔" عمران نے یوں جواب دیا جیسے کان پر سے مکھی اڑا رہا ہو۔

"آپ اٹھتے ہیں یا نہیں ——— یا میں بلواؤں پولیس کو۔ یہ شرفاء کا ہوٹل ہے۔ آپ جیسے بدمعاشوں کے لئے یہاں کوئی جگہ نہیں ہے۔" منیجر نے بھرپور غصے میں کہا۔ اس کی آنکھیں شعلے اگلنے لگی تھیں اور اب ہوٹل میں موجود تمام افراد خاموش ہو کر یہ تماشہ دیکھنے میں مصروف ہو گئے تھے۔ چند بیرے بھی اس میز کے گرد اکٹھے ہو گئے تھے جیسے منیجر اگر انہیں حکم کرے تو ابھی عمران کو اٹھا کر باہر پھینک دیں گے۔

"بلاؤ پولیس کو ——— تاکہ میں انہیں بتا دوں کہ شرفاء کے اس ہوٹل کے تہہ خانے میں غیر ملکی سمگل شدہ شراب کا خاصا ذخیرہ موجود ہے۔ یقیناً محکمہ پولیس مجھے حسن کارکردگی کا اے کلاس سرٹیفکیٹ دینے پر مجبور ہو جائے گا۔" عمران نے بڑے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔ اس کی آواز صرف منیجر نے سنی اور اس کا ردعمل اس پر بے حد شدید ہوا۔ اس کے چہرے پر پریشانی کی لکیریں ابھر آئی تھیں اور آنکھوں میں الجھن کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔

وہ چند لمحے خاموش کھڑا رہا۔ پھر اس نے بڑے نرم لہجے میں کہا
"جناب ——— اگر آپ نے کافی ہی پینی ہے تو آپ میرے کمرے میں تشریف لے آئیں ——— میں آپ کی خدمت کرنے میں فخر محسوس کروں گا"

"مسٹر منیجر ——— اگر تمہیں ہوٹل چلانا ہے تو بہتر یہ ہے کہ خاموشی سے واپس چلے جاؤ اور اس میز پر سے ریزرویشن کارڈ بھی اٹھاتے جاؤ اور بیرے کو کہو کہ مجھے ایک ڈبل کریم کافی لا دے۔" عمران نے اس بار بے حد سنجیدہ اور تلخ لہجے میں کہا

اس لمحے اس کے چہرے پر حماقتوں کی تہہ کی بجائے چٹانوں کی سی سنجیدگی ابھر آئی تھی۔ اور منیجر لرز کر رہ گیا۔ گو دوسرے لمحے عمران کے چہرے پر دوبارہ حماقتوں کا آبشار بہنے لگا تھا۔ مگر منیجر کو اسی ایک لمحے میں عمران کے چہرے پر سب کچھ نظر آ گیا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے قریب کھڑے بیرے کو ڈپٹ کر کہا۔

"صاحب کو ایک ڈبل کریم کافی پیش کرو جلدی" ——— اور وہ خود میز پر پڑا ریزرویشن کارڈ اٹھا کر تیزی سے واپس اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔

اسے یوں جاتے دیکھ کر ہال میں موجود تمام افراد بے حد حیران ہوئے۔ مگر وہ کر بھی کیا سکتے تھے۔ ظاہر ہے منیجر کی اس طرح واپسی سے وہ سمجھ گئے تھے کہ نوجوان کسی اہم شخصیت کا مالک ہے۔ چنانچہ چند لمحوں کے بعد وہ سب اسے بھول بھال کر اپنی اپنی خوش گپیوں میں مصروف ہو گئے۔

بیرے نے کریم کافی لا کر عمران کے سامنے رکھی۔ عمران نے کافی کا مگ اٹھایا اور پھر جیسے ہی اس کی نظریں اٹھیں اسے دور ایک کونے میں بلیک زیرو میک اپ میں بیٹھا نظر آگیا۔

عمران نے مسکراتے ہوئے کافی سپ کرنی شروع کر دی۔ وہ بڑے آہستہ آہستہ کافی سپ کرنے لگا۔ البتہ اس کی نظریں ہال کا باقاعدہ جائزہ لے رہی تھیں۔ کافی پینے کے بعد اس نے ایک طویل سانس لی اور پھر بیرے کو اشارہ کیا۔

"بل لے آؤ"۔ عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

اور بیرے نے چند لمحوں میں بل لا کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ عمران نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک بڑا سا نوٹ پلیٹ میں ڈالتے ہوئے بیرے سے کہا۔

"باقی تمہاری ٹپ"——— اور بیرے کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اتنی ٹپ تو اس ہوٹل میں آنے والے کسی رئیس سے رئیس آدمی نے بھی نہیں دی تھی۔ مگر عمران کرسی سے اٹھ کر بڑی بے نیازی سے چلتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

گیٹ پر موجود دربان اسے یوں اطمینان سے باہر آتے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی بات کرتا عمران کا ہاتھ جیب سے باہر آیا اور ایک نوٹ دربان کی ہتھیلی پر پہنچ گیا۔

دوسرے لمحے دربان نے بڑے مؤدبانہ انداز میں عمران کو سلام کر دیا۔ مگر عمران اسے دیکھے بغیر آگے بڑھتا چلا گیا۔

اور پھر باری باری وہ تقریباً تمام بڑے بڑے ہوٹلوں اور

ریسٹورنٹس میں گیا مگر نہ کہیں گریسے کے آدمیوں نے اسے گھیرا اور نہ ہی کوئی مشکوک آدمی اسے نظر آیا۔

چنانچہ تھک ہار کر رات کو اس نے اپنی کار کا رخ فلیٹ کی طرف موڑ دیا۔ وہ ذہنی طور پر بے حد بیزاری محسوس کر رہا تھا۔ کیونکہ اس طرح اس کا تمام پروگرام درہم برہم ہوتا نظر آ رہا تھا۔ قومی اسمبلی کے فیصلے میں صرف تین دن باقی رہ گئے تھے۔ اور تین دن سے پہلے پہلے گریسے کی گرفتاری لازمی تھی۔ تاکہ پرائم منسٹر کو اطمینان سے اتنے اہم قومی اور مذہبی مسئلے کا فیصلہ کرنے کا موقع مل جائے۔

مگر اب مسئلہ یہ تھا کہ گریسے گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو چکا تھا گو اس نے ٹائیگر کو پرائم منسٹر کی حفاظت کے لئے بھیج دیا تھا۔ مگر اسے معلوم تھا کہ گریسے انتہائی اقدام صرف اس وقت اٹھائے گا جب وہ ہر طرف سے مایوس ہو جائے گا اور اس وقت گریسے کی گرفتاری کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ملک لازمی طور پر انتشار کا شکار ہو چکا ہوگا۔

مگر اب وہ گریسے کو کس طرح بل سے باہر نکالے۔ یہی بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ یہی سوچتا ہوا وہ اپنے فلیٹ پر پہنچ گیا۔ وہ سمجھتا تھا کہ بلیک زیرو اسے فلیٹ پر پہنچا کر واپس دانش منزل چلا گیا ہوگا۔

لباس تبدیل کر کے وہ بیڈ پر لیٹ گیا اور اس کی ریڈی میڈ کھوپڑی نے گریسے کے متعلق سوچ بچار کرنا شروع کر دیا۔ اور پھر آہستہ آہستہ وہ نیند کی وادیوں میں گم ہوتا چلا گیا۔ اب اس کے سوا اور ہو بھی کیا سکتا تھا۔

جیسے ہی ٹیلیفون کی گھنٹی بجی ۔ گرے نے چونک کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس ـــــ گرے سپیکنگ"۔ اس نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"باس ـــــ میں سکسٹی سیون بول رہا ہوں ـــــ جس آدمی کا آپ نے حلیہ دے کر ہمیں تلاش کرنے کا حکم دیا تھا۔ وہ آدمی اسوقت کیفے ڈیگارڈ میں موجود ہے" ـــــ دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز ابھری۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ وہی آدمی ہے ؟" گرے نے چونک کر پوچھا۔

"یس باس ـــــ حلیئے کے مطابق قطعی وہ ہے ـــــ اور دوسری بات یہ کہ میں نے اچھی طرح چیک کیا ہے وہ میک اپ میں بھی نہیں ہے ۔ حرکات سے بھی وہ احمق نظر آ رہا ہے ۔ اس نے لباس بھی احمقوں جیسا ، میرا مطلب مختلف رنگوں کا لباس پہن رکھا ہے"۔ سکسٹی

سیون نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

"اوکے ـــــ تم اس کی مکمل نگرانی کرو ـــــ اسے چھیڑنے یا اس کے سامنے آنے کی ضرورت نہیں ۔ نمبر تھری کو فون کر کے اس سے مکمل ہدایات لے لو۔ وہ اس مشن کو کنٹرول کرے گا" گرے نے اسے ہدایت دی۔

اور پھر کریڈل دبا کر اس نے ایک اور نمبر ڈائل کیا۔ فوراً ہی رابطہ مل گیا۔

"گرے سپیکنگ" ـــــ رابطہ ملتے ہی گرے نے کرخت لہجے میں کہا۔

"نمبر تھری سپیکنگ باس" ـــــ دوسری طرف سے مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"نمبر تھری ـــــ سکسٹی سیون نے ابھی ابھی مجھے کال کیا ہے کہ عمران کو اس نے کیفے ڈیگارڈ میں چیک کر لیا ہے۔ تم اپنے گروپ کی مدد سے اس کی مکمل نگرانی کرو ۔ اور یہ ضروری ہے کہ وہ تمہاری طرف سے مشکوک نہ ہونے پائے ۔ اس کے علاوہ یہ بھی چیک کرنا کہ اس کی کوئی نگرانی کر رہا ہے یا نہیں ۔ جب وہ اپنی رہائش گاہ پہنچ جائے پھر مجھے کال کر کے مزید ہدایات لے لینا" گرے نے اسے ہدایات دیں اور رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

ابھی رسیور رکھ کر وہ کرسی پر سیدھا ہی ہوا تھا کہ اچانک میز پر موجود انٹرکام نے موسیقی بکھیرنی شروع کر دی۔

گرے نے چونک کر انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور بٹن دبا دیا۔ بٹن

دبتے ہی موسیقی کی آواز بند ہو گئی۔ اور اس کی بجائے ایک نسوانی آواز ابھری۔

"باس ـــــ فارن کال فار مشن ـــــ پلیز اٹنڈ۔"

"او کے" ـــــ گرے نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

ریسیور رکھ کر وہ اٹھا اور سیدھا کمرے میں موجود ایک دیوہیکل آہنی الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھولی اور اس میں سے ایک چپٹا سا باکس نکال کر اس کے کونے سے ایک راڈ باہر کھینچی اور جیب سے کی رنگ نکال کر اس نے اس راڈ کو پیچ کیا۔ کی رنگ کے راڈ کے ساتھ پیچ ہوتے ہی باکس میں ایک بلب جلنے بجھنے لگا۔

"اسکیپ گرے کالنگ ـــــ اوور" ـــــ اسکیپ گرے نے سخت لیکن سپاٹ لہجے میں کہا۔

"جی۔ ایم فرام سنٹرل آفس سپیکنگ ـــــ اوور" دوسری طرف سے باوقار لہجے میں پوچھا گیا۔

"فرمایئے ـــــ کیا بات ہے"۔ گرے نے لہجے کو نرم کرتے ہوئے کہا اس کے باوجود لہجے میں کافی سختی موجود تھی۔

"مسٹر گرے ـــــ مشن کی پوزیشن کیا ہے ـــــ اوور" دوسری طرف سے باوقار لہجے میں پوچھا گیا۔

"ہم کامیابی کے قریب ہیں ـــــ اوور"۔ گرے نے مختصر لفظوں میں جواب دیا۔

"مسٹر گرے ـــــ اگر آپ اپنے مشن میں ناکام رہے تو معاملات بے حد خراب ہو جائیں گے ـــــ پاکیشیا کا وزیر اعظم بیرونی دباؤ مانتا

نظر نہیں آرہا۔ پھر ہمارے حواری ملک جو ہمارے حق میں دباؤ ڈال رہے ہیں اس کے مقابل میں ہیں۔ دیگر مسلم ممالک ہمارے خلاف فیصلے پر دباؤ دے رہے ہیں۔ اس لئے بیرونی دباؤ کے سلسلے میں ہم زیادہ پر امید نہیں ہیں۔ اب صرف تمہارا سہارا باقی رہ گیا ہے۔ اس لئے تمہیں ہر قیمت پر کامیاب ہونا ہے ـــــ اوور"۔ جی۔ ایم نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں ـــــ میرا نام اسکیپ گرے ہے۔ اور اسکیپ گرے پوری زندگی میں کبھی ناکام نہیں ہوا۔ یورپین ممالک بھی جن کی انتہائی تربیت یافتہ اور جدید ترین سائنسی ہتھیاروں سے لیس سیکرٹ سروسز ہیں۔ وہ سب میرا نام سن کر لرز اٹھتے ہیں۔ یہ تو بیچارہ ہے ہی انتہائی پس ماندہ ملک ـــــ اوور"۔ اسکیپ گرے نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

"یہ تو ہمیں بھی معلوم ہے ـــــ اسی لئے تو تمہارا انتخاب کیا گیا تھا مگر تم جانتے ہو یہ ہمارے لئے زندگی موت کا سوال ہے اس لئے اگر تم مناسب سمجھو تو مختصر طور پر ہمیں بتا دو کہ تم کس لائن پر کام کر رہے تاکہ ہم اپنے ممبران کو تسلی دے سکیں ـــــ اوور"۔ جی ایم نے کہا۔

"میں آپ کی کیفیت سمجھتا ہوں ـــــ اس لئے مختصر طور پر بتلا دیتا ہوں کہ میں نے وزیر اعظم کو بلیک میل کر لیا ہے۔ اب اگر وزیر اعظم نے میری بات نہ مانی تو نہ صرف وہ خود بلکہ پورا ملک کسی کو شکل دکھانے کے قابل نہیں رہے گا ـــــ اور اگر اس طرح بھی وہ نہ مانا تو میں نے تمام انتظامات مکمل کر لئے ہیں۔ فیصلہ سنانے سے چند گھنٹے پیشتر وزیر اعظم کا پتا ہی صاف کر دینا ہے ـــــ اوور"۔ اسکیپ گرے نے جواب دیا۔

" بہت خوب ——— یہ ٹھیک ہے ——— بہرحال تین دن باقی رہ گئے ہیں۔ اس لئے تمہیں ہر لمحے چوکنا رہنا چاہیئے ——— بائی بائی ——— اوور اینڈ آل"۔ جی ایم نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ اور گرے نے بھی مسکراتے ہوئے کی رنگ دوبارہ راڈ سے پنچ کیا۔ اور بلب بجھ گیا۔

گرے نے راڈ بند کر کے باکس دوبارہ الماری میں رکھا۔ اور مسکراتا ہوا واپس اپنی میز کی طرف بڑھ آیا۔ جیسے ہی وہ میز کے قریب پہنچا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔

گرے نے رسیور اٹھایا اور اپنے مخصوص کرخت لہجے میں بولا۔
" گرے سپیکنگ "۔

" باس ——— میں نمبر تھری بول رہا ہوں ——— علی عمران کی ہم نے مکمل نگرانی کی ہے۔ اس کی نگرانی کوئی بھی نہیں کر رہا اور اس وقت وہ اپنے فلیٹ میں موجود ہے۔ ہم نے یہ بھی معلوم کر لیا ہے کہ اس کے فلیٹ میں اس کے علاوہ صرف ایک باورچی رہتا ہے"۔ نمبر تھری نے جواب دیا۔

" اس وقت وہاں تمہارے کتنے آدمی موجود ہیں"۔ گرے نے سوال کیا۔

" دس آدمی جناب"

" تو ایسا کرو ——— کہ اسے بے ہوش کر کے ہیڈ کوارٹر پہنچا دو۔ یہ خیال رہے کہ وہ واقعی بے ہوش ہو اور کوئی آدمی تمہارے پیچھے نہ لگا ہوا ہو۔ جس کار میں اسے لے آیا جائے، باقی کاریں باقاعدہ اس کی نگرانی کریں ——— بے حد ہوشیاری سے کام کرنا۔ وہ انتہائی چالاک اور

عیار شخص ہے"۔ گرے نے نمبر تھری کو ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

" آپ بے فکر رہیں باس ——— ہم اسے اس طرح ہیڈ کوارٹر پہنچائیں گے کہ کسی اور کو تو کیا خود اس کے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں ہوگا"۔ نمبر تھری نے جواب دیا۔

" او کے " ——— گرے نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

اسے معلوم تھا کہ نمبر تھری عمران کو لے آنے میں یقیناً کامیاب رہے گا۔ کیونکہ نمبر تھری اس کام میں مہارت کا درجہ رکھتا تھا اور پھر وہ دل کھول کر گارڈیلا کا انتقام اس سے لے سکے گا۔



عمران چونکہ بے حد ہوشیار نیند سونے کا عادی تھا۔ اس لئے جیسے ہی اس کے کانوں میں ہلکے سے کھٹکے کی آواز پہنچی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ پھر دوسرے ہی لمحے وہ چونک پڑا کیونکہ آنکھ کھلتے ہی اسے احساس ہو گیا تھا کہ کمرے میں دودھیا رنگ کی گیس پھیلتی جا رہی ہے۔ گیس کا مخرج بھی اسے نظر آ گیا تھا۔ یہ گیس کی موال سے نکل رہی تھی۔ عمران ایک لمحے میں تمام پچویشن سمجھ گیا۔ چنانچہ دوسرے لمحے اس

نے اپنا سانس روک لیا اور آنکھیں مضبوطی سے بند کر لیں۔ تاکہ گیس کے اثرات اس کی آنکھوں کو متاثر نہ کر سکیں۔

چند لمحوں بعد اس نے دروازے کا ہینڈل گھومنے کی آواز سنی اور پھر دروازہ کھل گیا۔ وہ اسی طرح سانس روکے پڑا رہا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے ایک آنکھ کو تھوڑا سا کھولا تو اس نے دیکھا کہ دروازہ سپاٹ کھلا ہوا ہے اور گیس تیزی سے باہر نکلتی جا رہی ہے دوسرے لمحے اس نے دو نقاب پوشوں کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھا۔ وہ سیدھے عمران کے قریب آئے اور پھر ان میں سے ایک نے عمران کی کلائی پکڑ کر اس کی نبض ٹٹولنی شروع کر دی۔

"یہ بے ہوش ہو چکا ہے" اس نے دوسرے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اچھی طرح چیک کر لو ---- باس نے کہا تھا کہ یہ بے حد چالاک اور عیار شخص ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ اداکاری کر رہا ہو اور بعد میں باس ہمیں کچا ہی چبا جائے" دوسرے نقاب پوش نے کہا۔ اور پہلے نے اس کے سینے پہ ہاتھ رکھ کر دیکھا اور پھر اس کی آنکھوں کے پپوٹے کھول کر دیکھے۔ مگر عمران تو پہلے ہی سے سانس روکے پڑا تھا۔ اس لئے ظاہر ہے انہوں نے اسے بے ہوش ہی سمجھنا تھا۔

"یہ قطعی طور پر بے ہوش ہے" پہلے نقاب پوش نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"تو ٹھیک ہے ---- اسے کاندھے پر اٹھا لاؤ اور میرے پیچھے آؤ" دوسرے نقاب پوش نے کہا۔

اور پھر پہلے نقاب پوش نے جھک کر عمران کو دونوں ہاتھوں سے

اٹھا کر اپنے کاندھے پر لاد لیا۔ اور پھر وہ دونوں تیز تیز قدم چلتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئے۔ اسی لمحے دو اور نقاب پوش بھی وہاں پہنچ گئے۔

"باورچی بے ہوش ہے؟" پہلے نقاب پوش نے آنے والے سے پوچھا۔

"جی ہاں ----" آنے والوں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ---- آؤ ----" اس نے کہا اور پھر وہ عمران کو لئے فلیٹ کی سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔

عمران دل ہی دل میں شکر ادا کر رہا تھا کہ اس نے مجرموں کے اڈے میں جانے کی راہ نکال دی۔ ورنہ وہ تو مایوس ہو چکا تھا اور کچھ اور پروگرام بنانے کی سوچ رہا تھا۔

نقاب پوشوں نے عمران کو کار میں ڈالا۔ اور پھر ان کی کار تیز رفتاری سے فاصلوں کو نگلنے لگی۔

عمران پچھلی سیٹ پر دراز آنکھیں بند کئے تصور ہی تصور میں راستے کا اندازہ لگا رہا تھا۔ دارالحکومت کی تمام سڑکیں اور ان کے موڑ اس کے حافظے پر نقش تھے۔

اس نے فلیٹ سے نکل کر جیسے ہی کار چلی اسے اندازہ ہو گیا کہ کار کا رخ کس طرف ہے۔ پھر جہاں جہاں کار دائیں یا بائیں مڑتی اسے اندازہ ہوتا چلا جاتا۔

چنانچہ تقریباً پچیس منٹ بعد جب کار رکی اور اس کا ہارن مخصوص انداز میں دو دفعہ بجایا گیا تو عمران سمجھ گیا کہ کار مجرموں کے ہیڈ کوارٹر

پر رکی ہے۔ پھر کار دوبارہ چلی اور تھوڑی دور جا کر رک گئی۔

دوسرے لمحے عمران کو کار سے باہر نکالا گیا اور پھر اسے کاندھے پہ لادے وہ لوگ عمارت میں گھس گئے۔

عمران نیم وا آنکھیں کئے تمام راستے بخوبی دیکھ رہا تھا۔ مختلف کمروں سے گزر کر وہ ایک لفٹ کے ذریعے نیچے تہہ خانوں میں اترے۔ اور آخر کار ایک بڑے کمرے کے درمیان فرش پر اس کو لٹا دیا گیا۔

"لے آئے —— کسی نے تعاقب تو نہیں کیا۔" ایک گونج دار آواز سنائی دی اور عمران آواز سے ہی پہچان گیا کہ وہ اسکیپ گرے کے سامنے پہنچ گیا ہے۔

"نہیں باس —— کسی کو معلوم نہیں ہوا" ایک نقاب پوش نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے —— اسے ہوش میں لے آؤ۔" اسکیپ گرے نے اپنے آدمیوں کو مخاطب کر کے حکم دیا۔

اور چند لمحوں بعد عمران کے چہرے پر پانی کی بوچھاڑ پڑی اور عمران تڑپ کر اٹھ بیٹھا۔

"کیا کر رہے ہو سلیمان —— کیا نلکوں میں پانی آ گیا ہے۔ کمال ہے اب ہماری کارپوریشن اس قابل ہو گئی ہے کہ نلکوں میں پانی پہنچا سکے۔" عمران نے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں مسلتے ہوئے کہا۔

"ہا — ہا — ہا —— اچھا مذاق کر لیتے ہو۔" اچانک گرے کا زوردار قہقہہ گونجا۔ اور عمران نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔

سامنے ہی دونوں ہاتھ کولہوں پہ رکھے گرے کھڑا تھا۔ اور ارد گرد

تقریباً بائیس آدمی سٹین گنیں اٹھائے اسے کور کئے ہوئے تھے۔

"ارے۔ گرے بھائی۔ —— آپ کب آئے۔ خوش نصیب وہ آئیں گھر میں ہمارے زہے نصیب" عمران نے ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے وہ گرے کی طرف یوں لپکا جیسے مصافحہ کرنا چاہتا ہو۔

"خبردار۔ —— اگر حرکت کی تو ابھی گولیوں سے بھون دوں گا۔ گرے نے جواب میں کڑک دار لہجے میں کہا اور عمران کے اٹھتے ہوئے قدم یوں رک گئے جیسے کسی چلتی ہوئی کار کو فل بریک لگا دی جائے۔

"ارے —— آخر ایسی بھی کیا بے مروتی —— اتنی مدت کے بعد ملاقات ہوئی ہے اور تم لفٹ ہی نہیں کرا رہے۔" عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

گرے جواب میں اسے چند لمحوں تک گھورتا رہا۔ پھر بولا۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا کہ تم جیسے چڑی مار نے گانڈیلا کو بے بس کر دیا تھا۔" اس کے لہجے میں تعجب کی آمیزش نمایاں تھی

"اگر میں چڑی مار ہوں تو یقیناً گانڈیلا کسی چڑیا کا نام ہو گا۔" عمران نے اسی طرح معصوم سے لہجے میں جواب دیا۔

"بہرحال۔ —— یہ میرا فیصلہ ہے کہ گانڈیلا کے ہاتھوں ہی تمہاری ہڈیاں تڑواؤں گا۔" گرے نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ اور پھر ایک آدمی سے مخاطب ہو کر بولا۔

"آیا گبر ڈاکٹر کو بلاؤ ——"

اور وہ آدمی فوراً مڑ کر باہر چلا گیا۔

"مگر تم ہڈیاں توڑ کر کیا کرو گے ——— کیا ان کا سرمہ بنانا ہے
اگر ایسی بات ہے تو مجھے بتاؤ میں تمہیں سالم ہڈیوں کا سرمہ بنانے کا
اکسیری نسخہ بتلا دوں۔ ساری عمر کے لئے تمہاری روزی کا دھندا
بن جاتے گا۔"

عمران نے تجویز پیش کی اور گرے کی آنکھوں میں غصے کے چراغ
جل اُٹھے۔ ظاہر ہے اس کے آدمی اس سے آنکھیں ملا کر بات کرنے
کے عادی نہیں تھے ——— اور عمران سب کے سامنے اس کا
مذاق اڑا رہا تھا۔

"شٹ اپ ——— یو نانسنس ——— اگر گاز ڈیلا کا مسئلہ درمیان
میں نہ ہوتا تو میں خود ہی تمہاری زبان گدی سے کھینچ لیتا۔" گرے
نے انتہائی کڑکدار لہجے میں کہا۔

"گاز ڈیلا کا مسئلہ ——— یہ کیا ——— گاز ڈیلا کوئی بہت بڑا
حساب دان ہے۔ یہ فیثا غورث کا مسئلہ تو ہم نے کورس کی کتابوں
میں پڑھا ہے"......

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتا اچانک بوڑھا ڈاکٹر کمرے
میں داخل ہوا۔ اور گرے کے سامنے بڑے مودبانہ انداز میں کھڑا ہو
گیا۔

"دیکھو ڈاکٹر ——— اس چڑیا کے بچے نے تمہارے گاز ڈیلا کا حشر
کیا تھا ——— میں چاہتا ہوں کہ اب گاز ڈیلا میرے سامنے اس
کی ہڈیاں توڑے" گرے نے ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور ڈاکٹر بڑے حیرت بھرے انداز میں عمران کو سر سے

تک دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے سے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اسے گرے
کی بات کا یقین نہ آ رہا ہو۔

"حیرت سے کیا دیکھ رہے ہو ڈاکٹر ——— یہی وہ عمران ہے جس
نے گاز ڈیلا کو بے بس کر دیا تھا" گرے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور
عمران نے ڈاکٹر کو آنکھ مار دی اور ڈاکٹر بے اختیار جھینپ گیا۔

"گاز ڈیلا کل تک اس قابل ہو سکے گا کہ با آسانی چل پھر سکے" ڈاکٹر
نے گرے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تو ٹھیک ہے ——— ہم اس کی زندگی کا ایک دن اور بڑھا
دیتے ہیں" اسکیپ گرے نے نخوت آمیز لہجے میں جواب دیا۔

"بہت بہت شکریہ گرے بھائی ——— ویسے میری ایک درخواست
ہے کہ میں ابھی تک کنوارہ ہوں ——— کل تو میں نے مرنا ہی ہے اور
سنا ہے کہ کنواروں کا جنازہ نہیں ہوتا۔ اس لئے ایسا کرو کہ اگر تمہارے
پاس کوئی لڑکی ہو تو اس کی شادی مجھ سے کر دو ——— کم از کم میں جنازہ
تو جائز کرا لوں"

عمران نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

"اس کو لے جاؤ ——— اور سات نمبر میں پھینک دو۔ سات نمبر
کی کڑی نگرانی کی جائے" گرے نے اس کی بات نظر انداز کرتے
ہوئے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔

اور پھر مشین گنوں کے گھیرے میں عمران کو کمرے سے باہر لے
آیا گیا۔ اور مختلف راہداریوں سے گزر کر وہ ایک کمرے کے دروازے
کے سامنے رک گئے۔ ایک آدمی نے دروازہ کھولا اور پھر عمران کو اندر

دھکیل دیا گیا۔

عمران جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا۔ وہ بُری طرح چونک گیا۔ کیونکہ سامنے اسے بیڈ پر ٹائیگر پرسنل سیکرٹری کے روپ میں نظر آیا۔ ٹائیگر جسے وہ وزیراعظم کے دفاع کے لئے بھیج چکا تھا۔

"ٹائیگر ـــــ تم اور یہاں" عمران نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"ہاں عمران صاحب ـ مجھے کل رات کو اغوا کیا گیا ہے۔ اور میری بجائے میرے میک اپ میں مجرموں کا آدمی وزیراعظم کے پرسنل سیکرٹری کے روپ میں بھیج دیا گیا ہے۔ میرے پاس چونکہ ٹرانسمیٹر نہیں تھا اس لئے میں آپ کو اطلاع نہیں کر سکا" ٹائیگر نے ندامت آمیز لہجے میں جواب دیا۔

"ویری بیڈ ـــــ ٹائیگر ـــــ ! تم نے غیر ذمہ داری کی انتہا کر دی۔ اس کا مطلب ہے آئندہ تم پر اعتماد کرنا حماقت ہوگی۔ تم یہاں آکر اطمینان سے بیٹھ گئے ـــــ تم نے اتنا نہیں سوچا کہ وزیراعظم کے پرسنل سیکرٹری کے روپ میں مجرموں کا آدمی ہونے سے وزیراعظم کی ذات کو کتنا بڑا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے ـــــ تمہیں ہر قیمت پر یہاں سے نکل کر مجھے اطلاع دینی چاہیئے تھی۔" عمران نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔ غصے کے مارے اس کا بُرا حال تھا۔

"میں نے پہلے سوچا تھا کہ یہاں سے فوری طور پر نکل جاؤں مگر پھر میں اس لئے رک گیا کہ میرے آپ کو اطلاع دینے اور آپ کے بندوبست کے دوران کہیں میری گمشدگی کی وجہ سے وہ وزیراعظم کو نقصان نہ پہنچا

دیں۔" ٹائیگر نے دبے دبے لہجے میں کہا۔

"اور تمہارے یہاں بیٹھے رہنے سے تو انہوں نے وزیراعظم کو دودھ پلانا ہے" عمران نے جھنجھلاتے ہوئے جواب دیا۔ اب بھلا ٹائیگر کیا جواب دیتا۔

عمران بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ قومی اسمبلی کے فیصلے میں صرف دو دن باقی رہ گئے تھے اور اس کے نظریے کے مطابق وزیراعظم کی جان شدید خطرے میں تھی۔ کیونکہ اسے ذاتی طور پر یقین تھا کہ وزیراعظم اور قومی اسمبلی نے اکثریت کے مطابق فیصلہ کرنا ہے اور اسے یہ بھی معلوم تھا کہ قومی اسمبلی نے کل اپنے فیصلے سے خفیہ طور پر وزیراعظم کو مطلع کرنا ہے۔ دو دن بعد قومی اسمبلی کے اجلاس میں اس فیصلے کا اعلان کیا جائے گا۔ اور کل جب قومی اسمبلی اپنے فیصلے سے وزیراعظم کو مطلع کرے گی تو وزیراعظم کا پرسنل سیکرٹری ضرور اس سے آگاہ ہو جائے گا۔ اور چونکہ سیکرٹری مجرموں کا آدمی ہے۔ اس لئے مجرموں کو بھی اس فیصلے کا علم ہو جائے گا اور یہ بات یقینی ہے کہ انہوں نے اور کوئی چارہ کار نہ دیکھتے ہوئے اس پرسنل سیکرٹری کے ذریعے وزیراعظم کو قتل کروانے کی ہر ممکن کوشش کرنی ہے۔ اس لئے جو کچھ بھی ہونا چاہیئے، کل دوپہر تک ہو جانا چاہیئے گرے کو اور اس کے پرسنل سیکرٹری کو کل دوپہر سے پہلے گرفتار ہو جانا چاہیئے۔ ورنہ پھر پانی سر سے گزر جائے گا۔

یہی کچھ سوچتا ہوا عمران کمرے میں ٹہلتا رہا۔ اس کے چہرے پر شدید الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔ مجبوری یہ تھی کہ اس کے پاس ٹرانسمیٹر نہیں تھا۔ وہ جب رات کو سونے لگا تھا تو واچ ٹرانسمیٹر وہ

الماری میں رکھ چکا تھا، کیونکہ اسے اس بات کی قطعی امید نہیں تھی کہ مجرم اسے یوں اغوا کرلیں گے۔ ورنہ اگر ٹرانسمیٹر ہوتا تو وہ بلیک زیرو کو مطلع کرکے کوٹھی پر ریڈ کروا سکتا تھا۔

اور اب اس کے پاس اتنا وقت باقی نہیں بچا تھا کہ وہ مجرموں کے اڈے سے باہر نکلے اور پھر سیکرٹ سروس کے ذریعے مجرموں کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ کرکے انہیں گرفتار کرے۔ اس لئے اب ہر صورت میں اسے خود ہی مجرموں کو یہاں قابو کرنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار بھی باقی نہیں رہ گیا تھا۔

گو یہ بہت بڑا رسک تھا کیونکہ حالات ہی اتنے نازک تھے کہ اگر وہ ایک فیصد بھی ناکام ہوگیا تو پھر کچھ نہیں ہو سکے گا اور ملک بھی تباہ ہو کر رہ جائے گا۔

مگر عمران کو اپنے آپ پر اعتماد تھا۔ اس لئے اس نے آخر کار مجرموں سے خود ہی اکیلے نپٹنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور فیصلہ کرکے وہ اب ان سے نپٹنے کے طریقہ کار پر غور کرنے لگا۔ اس کی مدد کے لئے صرف ٹائیگر ہی تھا اور کمرے سے باہر ان کی کڑی نگرانی کی جارہی تھی۔ ان سب سے نپٹنے کے بعد گرے پر ہاتھ ڈالنا ناممکن تھا۔ مگر وہ عمران ہی کیا جو ناممکن کو ممکن نہ کر دکھائے۔

چنانچہ اس نے ٹائیگر سے مخاطب ہوکر کہا۔

"ٹائیگر ——— تیار ہو جاؤ ——— ہمیں ابھی اور اسی وقت ایکشن شروع کر دینا چاہیئے۔ میں کل دوپہر سے پہلے گرے کو ہر قیمت پر قابو کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں تیار ہوں جناب ——— آپ دیکھیں گے کہ میں آپ کے حکم کی تعمیل میں اپنی جان تک لڑا دوں گا۔" ٹائیگر نے جواب دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا۔ اچانک کمرہ زوردار قہقہے سے گونج اٹھا۔ اور یہ قہقہہ سن کر عمران اور ٹائیگر دونوں اچھل پڑے عمران کا دل چاہا کہ دیوار سے سر ٹکرا کر خودکشی کر لے۔ اس سے حماقتوں پر حماقتیں ہوتی چلی جارہی تھیں۔ ٹائیگر کو یوں اچانک سامنے دیکھ کر وہ احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھا تھا۔ ظاہر ہے ان کی بات چیت کمرے سے کہیں اور سنی جارہی تھی۔

یہ ایک معمولی سی بات تھی جس کا خیال کرنا اس کی فطرت کا جزو بن چکا تھا۔ مگر اس کا کیا کیا جائے کہ عمران بھی بنیادی طور پر انسان ہی تھا۔ ایک لمحے کے لئے تو اس کی آنکھوں میں شدید الجھن کے تاثرات ابھرے۔ مگر دوسرے لمحے وہ پرسکون ہوگیا۔ قہقہے کی گونج ختم ہونے کے بعد اسکیپ گرے کی آواز کمرے میں گونج اٹھی۔

"علی عمران ——— تم ابھی میرے مقابلے میں طفل مکتب ہو۔ تم قطعی بے فکر رہو۔ جو کچھ تم سوچ رہے ہو۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ ہوگا وہی جو میں سوچوں گا۔ تمہارے وزیراعظم کو ہر قیمت پر میری مرضی کے مطابق فیصلہ کرنا ہی پڑے گا۔ اسکیپ گرے نے ناکام ہونا سیکھا ہی نہیں۔" اسکیپ گرے کا لہجہ نخوت اور طنز سے بھرپور تھا۔

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک زوردار گڑگڑاہٹ ہوئی اور کمرے کے اکلوتے دروازے پر آہنی چادر کی شیٹ گر گئی۔ اب ان دونوں کے باہر نکلنے کے تمام امکانات یکسر معدوم ہو کر رہ گئے۔

"گرے ——— یہ تمہاری بھول ہے کہ اس ملک سے کامیاب ہو کر لوٹ گے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ جس وقت تمہارے آدمی مجھے یہاں لے آئے ہیں۔ میں اس وقت ہوش میں تھا اور چونکہ میں خود تم سے ملنے کے لئے بے قرار تھا۔ اس لئے چلا آیا اور اب بھی تمہارا یہ کرہ مجھے روک نہیں سکتا۔" عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"ہا۔ ہا۔ ہا ——— علی عمران اپنی کھسیاہٹ کو چھپاؤ نہیں۔ بہرحال میں اس وقت تک تمہیں زندہ رکھوں گا جب تک میں کامیاب نہ ہو جاؤں تاکہ تم اپنی کھلی آنکھوں سے میری کامیابی دیکھ سکو۔ بائی۔ بائی" گرے کی آواز سنائی دی۔

اور اس کے ساتھ ہی ہلکی سی کھٹک کی آواز سنائی دی اور عمران سمجھ گیا کہ اس نے رابطہ ختم کر دیا ہے۔

عمران نے گہری نظروں سے کمرے کا جائزہ لیا اور پھر اسے تسلیم کرنا پڑ گیا کہ وہ بے بس پنچھی کی طرح پنجرے میں قید ہو چکا ہے۔ اس کے دماغ میں ایک بھونچال سا آیا ہوا تھا۔ مگر کمرے سے باہر نکلنے کی کوئی ترکیب پھر بھی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

زندگی میں پہلی بار عمران کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ شکست کھا چکا ہو۔ ایک ایسی شکست جس کے بعد اس کا زندہ رہنا فضول تھا۔

یہ ایک بڑا کمرہ تھا۔ جس کے درمیان میں ایک بہت بڑی میز پر ایک دیو ہیکل ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا اور میز کے پیچھے ایک صوفہ نما کرسی پر اسکیپ گرے بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے دیوار کے ساتھ دس آدمی ہاتھوں میں سٹین گنیں اٹھائے چوکنے کھڑے تھے۔ سٹین گنیں انہوں نے کاندھے پر لٹکائی ہوئی تھیں۔ میز کے قریب ہی ایک اور کرسی پر دیو زاد گانڈیلا بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی دوسری کرسی پر ڈاکٹر بھی سمٹا بیٹھا تھا۔

"پھر کیا خیال ہے گانڈیلا ——— عمران کو بلواؤں۔ مگر یہ خیال رکھنا کہ اگر اس بار عمران نے تمہیں شکست دے دی تو میں تمہیں اپنے ہاتھ سے گولی مار دوں گا" گرے نے سنجیدہ لہجے میں گانڈیلا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"باس ——— میرا خون کھول رہا ہے۔ انتقام کی آگ سے میری ہڈیاں سلگ رہی ہیں۔ آپ ایک بار اسے میرے سامنے کھڑا کر دیں۔ اس کے

بعد دیکھیے میں اس کا حشر کیا کرتا ہوں ۔ یقین کریں کہ آپ کو بھی اس کی حالت دیکھ کر رحم آنے لگے گا ۔" گانڈیلا نے انتہائی جوشیلے انداز میں جواب دیا۔

"کیوں ڈاکٹر ــــ کیا خیال ہے"۔ گرے نے ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"گانڈیلا ہر صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہے ۔ اور مجھے یقین ہے کہ اس بار وہ نوجوان اپنی ہڈیاں سلامت نہیں لے جائے گا۔ ڈاکٹر نے اعتماد بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ـ پھر میں اسے بلاتا ہوں ۔ میں تو صرف اس لئے رکا ہوا تھا کہ مجھے موشے کی کال کا انتظار تھا ۔ میں چاہتا تھا کامیابی کی خبر سننے کے بعد میں اطمینان سے عمران کا حشر دیکھوں ۔" گرے نے جواب دیا۔

"آپ بے فکر رہیں باس "ــــ آپ کو دنیا کی کوئی طاقت ناکامی کا لفظ نہیں سنا سکتی ۔ آپ نے جس کام میں ہاتھ ڈالا ہے ۔ آپ کامیاب رہے ہیں اور پھر یہ ملک تو ویسے ہی پس ماندہ ہے ۔ یہ لوگ آپ کے حکم کی خلاف ورزی کیسے کر سکتے ہیں ۔" گانڈیلا نے خوشامدانہ لہجے میں جواب دیا۔ شاید اسے عمران سے انتقام لینے کی جلدی تھی ۔

"ہاں ــــ یہ تو ٹھیک ہے ــ چلو دونوں کامیابیاں اکٹھی ہی ہو جائیں تو اچھا ہے ۔" گرے نے فیصلہ کن لہجے میں کہا ۔ اور پھر اس نے سامنے کھڑے ہوئے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"شومیر ــــ سات نمبر کے دونوں قیدیوں کو یہاں لے آؤ ۔ اور دھیان رکھنا وہ کسی قسم کی غلط حرکت نہ کریں ۔"

"بہتر باس ــــ ویسے اگر آپ حکم کریں تو ان دونوں کو بیہوش کر کے یہاں لے آیا جائے ۔" شومیر نے جواب دیا۔

"ہاں ــــ یہ ٹھیک ہے ــــ ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی غلط حرکت سے تم لوگوں کے ہاتھوں ختم ہو جائے اور گانڈیلا کی حسرت دل کی دل میں رہ جائے ۔" گرے نے شومیر کو اجازت دیتے ہوئے کہا ۔

گانڈیلا کرسی پر بیٹھا بار بار اپنی مٹھیاں کس رہا تھا ۔ اس کی نظریں ہال کے دروازے پر جمی ہوئی تھیں ۔

تقریباً دس منٹ بعد ہال کا دروازہ کھلا اور پھر شومیر اور اس کے پانچ مسلح ساتھی عمران اور ٹائیگر کو کندھوں پر لادے ہال میں داخل ہوئے اور انہوں نے عمران اور ٹائیگر کو کمرے کے فرش پر لٹا دیا ۔ اور خود مؤدبانہ انداز میں پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے ۔ عمران کو دیکھتے ہی گانڈیلا ایک جھٹکا کھا کر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا ۔

"ٹھہرو ــ اسے ہوش میں آنے دو ۔" گرے نے گانڈیلا سے مخاطب ہو کر کہا ۔

پھر اس کے اشارے پر شومیر نے آگے بڑھ کر عمران کو تھپڑ مار کر ہوش میں لانا چاہا ۔ مگر دوسرے لمحے عمران تڑپ کر اٹھا اور پھر پلک جھپکنے میں اس نے شومیر کو اٹھا کر گرے پر دے مارا ۔

سٹین گنوں سے مسلح افراد نے چونک کر اپنی شین گنیں سیدھی کر لیں مگر گرے نے ہاتھ کا اشارہ کر کے انہیں روک دیا ۔ گرے پر چینکے ہوئے شومیر کو گانڈیلا نے درمیان میں ہی جھپٹ لیا ۔ اور ایک جھٹکے سے اسے دور پھینک کر قدم بڑھاتا ہوا عمران کے سامنے آ کھڑا ہوا ۔ عمران بھی شومیر کو پھینک کر وہیں رک گیا تھا ۔

اس وقت اس کے چہرے پر درندگی اور بربریت نمایاں تھی ۔

اودھر گاز ڈیلا کا بھی یہی حال تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ گاز ڈیلا عمران کی طرف بڑھتا۔ عمران نے گرے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"گرے —— مجھے امید ہے تم نے اپنی ناکامی کی خبر سن لی ہو گی۔ اس لئے تمہارے لئے یہ بہتر ہے کہ تم شکست تسلیم کر کے اپنے آپ کو میرے حوالے کر دو۔ یقین رکھو میں تمہیں تمہاری مرضی کی موت ماروں گا۔" عمران کے لہجے میں درندگی کا تاثر نمایاں تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی چیتا غرا رہا ہو۔

"ہا۔ ہا۔ ہا —— ناکامی اور گرے دو متضاد چیزیں ہیں۔ مسٹر عمران —— میں اپنے آدمیوں کی کال کا انتظار کر رہا ہوں جس نے مجھے کامیابی کی خبر سنائی ہے۔" گرے نے استہزائیہ انداز میں قہقہہ مارتے ہوئے کہا۔

اور گرے کی بات کا عمران پر بڑا عجیب و غریب ردعمل ہوا۔ اس کے چہرے پر اطمینان و سکون کے آثار چھاتے چلے گئے۔ اور ایک بار پھر عمران کے چہرے پر حماقت کا نقاب چڑھ گیا۔ اسے دراصل اطمینان ہو گیا تھا کہ حالات ابھی قابو سے باہر نہیں ہوئے۔ کمرے سے نکلنے کا مسئلہ تھا جس نے اسے بے بس کر دیا تھا۔ اب وہ مطمئن تھا کہ وہ پانسہ پلٹنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

"ارے —— اس مردہ ہاتھی کو تم نے پھر زندہ کر لیا۔ بہت خوب بڑا ڈھیٹ ہے یہ۔" عمران نے مسکراتے ہوئے طنزیہ لہجے میں گاز ڈیلا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اودھر ٹائیگر بھی ہوش میں آ چکا تھا۔ اس نے یہ نظارہ دیکھا تو

وہ خاموشی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ویسے گاز ڈیلا کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں تعجب کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ اتنا قوی ہیکل آدمی اس نے زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا۔ عمران تو اس کے سامنے حقیر سا بونا دکھائی دے رہا تھا۔

گاز ڈیلا عمران کی بات سن کر تیزی سے آگے بڑھا۔ مگر اسی لمحے عمران تیزی سے چار قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے انداز سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ گاز ڈیلا سے خوفزدہ ہو گیا ہو۔

ٹائیگر کو پہلی بار عمران کی حالت پر ترس آنے لگا۔ بھلا عمران اس دیوزاد کا کیسے مقابلہ کر سکتا تھا۔ یہ اس کے تصور میں بھی نہیں تھا اور وہ اپنی جگہ سچا بھی تھا۔ کیونکہ یہ تو ڈاکٹر کا کمال تھا کہ اس نے گاز ڈیلا کو ایک بار پھر عمران کے مقابلے پر لا کھڑا کیا تھا ورنہ گاز ڈیلا ایک لحاظ سے مر چکا تھا۔

گاز ڈیلا نے جب عمران کو یوں پیچھے ہٹتے دیکھا تو اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ اور پھر مست ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا وہ آگے بڑھا

ظاہر ہے عمران کہاں تک ہٹ سکتا تھا۔

اودھر عمران اپنی جگہ کھڑا گاز ڈیلا کو دیکھ رہا تھا۔ عمران اور گاز ڈیلا کی نظریں ملیں اور پھر زیادہ سے زیادہ دو قدم بڑھنے کے بعد یکدم گاز ڈیلا ٹھٹھک کر رک گیا۔ عمران اور وہ ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ایک دوسرے کو گھور رہے تھے۔

"آگے بڑھو گاز ڈیلا —— رک کیوں گئے۔" گرے نے کرسی پر سے اٹھ کر گاز ڈیلا کی طرف بڑھتے ہوئے تعجب آمیز لہجے میں کہا۔

"گارڈیلا ——— میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ گرے کو اٹھا کر دیوار سے دے مارو۔" عمران نے اچانک تحکمانہ لہجے میں کہا۔

اور پھر گارڈیلا کسی مشین کی طرح مڑا اور دوسرے لمحے قریب موجود گرے اس کے ہاتھوں پر اٹھتا چلا گیا۔

اس سے پہلے کہ گرے اس کایا پلٹ کے ردعمل پر سنبھلتا۔ گارڈیلا نے پوری طاقت سے گرے کو دیوار کی طرف اچھال دیا۔ اور گرے کسی فٹ بال کی طرح ایک دھماکے سے دیوار سے ٹکرا کر نیچے آ گرا۔

ہال میں موجود دیگر افراد یہ صورت حال دیکھ کر بت بنے کھڑے رہے اور اسی لمحے عمران نے پلٹ کر ٹائیگر کو مخصوص اشارہ کر دیا اور پھر عمران اور ٹائیگر دونوں نے بیک وقت اپنے قریب کھڑے مسلح آدمیوں کی مشین گنوں پر ہاتھ ڈال دیئے اور پلک جھپکنے میں مشین گنیں ان کے ہاتھوں میں آ چکی تھیں۔

اس سے پہلے کہ باقی مسلح آدمی کچھ سمجھتے یا کچھ کرتے۔ ٹائیگر اور عمران دونوں کی مشین گنوں نے لگاتار شعلے اگلنے شروع کر دیئے۔ اور پھر چند لمحوں بعد ہی میدان صاف ہو گیا۔ ہال میں موجود پندرہ مسلح آدمی ایک ہی باڑ میں زمین بوس ہو گئے۔

"گارڈیلا ——— یہ کیا کر رہے ہو۔" گرے نے اٹھ کر انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔ مگر گارڈیلا خالی خالی نظروں سے کھڑا گرے کو دیکھ رہا تھا۔

ڈاکٹر کی آنکھیں بھی شدید تعجب سے پھٹ گئی تھیں۔ اس نے جو کچھ دیکھا تھا اس کا تصور تو وہ خواب میں بھی نہیں کر سکتا تھا۔

"اسکیپ گرے ——— یہ گارڈیلا تمہارا ہی پالا ہوا ہے۔ اور

اب میں اس کے ہاتھوں تمہیں انجام تک پہنچاؤں گا۔ شکست خوردہ آدمی سے دوبارہ لڑنا علی عمران کی توہین ہے۔" عمران نے مشین گن کو ہاتھ میں تولتے ہوئے بڑے بااعتماد لہجے میں کہا۔

"یہ ناممکن ہے ——— یہ غلط ہے ——— گارڈیلا ہوش میں آؤ اور اس کے ٹکڑے اڑا دو۔" گرے نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ غصے کی شدت سے اس کے منہ سے کف نکلنے لگ گیا تھا۔

"گارڈیلا ——— میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ گرے کی کوئی ہڈی سلامت نہیں رہنی چاہیئے ——— آگے بڑھو اور میرے حکم کی تعمیل کرو۔" عمران نے انتہائی تحکمانہ لہجے میں گارڈیلا سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور گارڈیلا اس کا حکم ملتے ہی مشین کی طرح گرے کی طرف بڑھنے لگا۔

"رک جاؤ گارڈیلا ——— رک جاؤ ——— ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔" گرے نے چیخ کر کہا اور دوسرے لمحے اس نے پھرتی سے ریوالور جیب سے نکال لیا۔ مگر اسی لمحے عمران کی مشین گن نے قہقہہ لگایا اور گرے کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر دور جا گرا۔

"یہ فاؤل ہے گرے ——— ہمت کرو اور گارڈیلا سے مقابلہ کرو آخر میں نے بھی تو گارڈیلا سے خالی ہاتھ مقابلہ جیتا تھا۔" عمران نے بڑے طنزیہ انداز میں گرے سے کہا۔

اور پھر گرے غصے کی شدت سے اندھا ہو کر اچھلا اور اس نے گارڈیلا کے سینے پر فلائنگ کک مارنی چاہی۔ گارڈیلا نے جھپٹ کر اسے پکڑنا چاہا۔ اور پھر گرے کی ایک ٹانگ اس کے ہاتھ میں آ گئی۔ دوسرے لمحے اس نے گرے کے جسم کو ہوا میں گردش دینی شروع کر دی اور پھر

اس نے ایک جھٹکے سے گرے کو ایک دیوار سے کھینچ مارا اور گرے کے منہ سے زور دار چیخ نکل گئی۔

اسی لمحے ٹرانسمیٹر میں سے سیٹی کی آواز بلند ہونے لگی۔ عمران تیزی سے ٹرانسمیٹر میں سے بڑھا۔ اسی لمحے گرے نے بھی ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھنا چاہا مگر گاڈیلا نے راستے میں ہی اسے روک لیا اور وہ ایک بار پھر وحشیوں کی طرح ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے۔ ان کی لڑائی سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے دو وحشی سانڈ ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوں۔ ادھر عمران نے بڑے اطمینان سے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کیا اور ریسیور کان سے لگا لیا۔

"ہیلو باس ——— موشے سپیکنگ ——— ہیلو ——— اوور"۔

دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"اسکیپ گرے سپیکنگ ——— اوور" عمران نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔ ظاہر ہے اس کا لہجہ اور انداز اسکیپ گرے سے ہو بہو ملتا تھا۔

"باس ——— ابھی ابھی قومی اسمبلی نے وزیر اعظم کو اپنے فیصلے سے مطلع کر دیا ہے۔ انہوں نے اکثریت کے حق میں فیصلہ دیا ہے۔ اب آپ حکم کریں ——— اوور" موشے نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

"موشے ——— بے فکر ہو کر وہیں رہو ——— میں نے وزیر اعظم سے بات کر لی ہے۔ ان کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا۔ کسی قسم کی کارروائی کی ضرورت نہیں ہے ——— اوور اینڈ آل" عمران نے جواب دیا۔

اور پھر ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

اسی لمحے ایک کڑک کی آواز ہال میں گونجی اور اس کے ساتھ ہی کربناک چیخ بھی۔ عمران نے مڑ کر دیکھا تو گاڈیلا نے گرے کو نیچے دبا رکھا تھا اور اس کے سینے پر اپنا ستون نما گھٹنا رکھے اس کے بازو کی ہڈی توڑ رہا تھا۔ ڈاکٹر ہال کے ایک کونے میں کھڑا تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اور ٹائیگر کی شین گن اس کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔

عمران دھیرے سے مسکرایا اور اس نے ٹرانسمیٹر پر ایک مخصوص فریکوئنسی سیٹ کی۔ اور پھر بٹن دبا دیا۔ چند ہی لمحوں میں رابطہ قائم ہو گیا۔

"ہیلو ——— بلیک زیرو ——— میں عمران بول رہا ہوں ——— اوور" عمران نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"عمران صاحب ——— آپ کہاں ہیں ——— یہاں وزیر اعظم اور سر سلطان نے میرا ناطقہ بند کر رکھا ہے ——— وہ گرے کے متعلق فوری طور پر جاننا چاہتے ہیں ——— اوور" بلیک زیرو نے پریشانی سے پوچھا۔

"بلیک زیرو ——— وزیر اعظم اور سر سلطان کو ایکسٹو کی طرف سے پیغام دے دو کہ وہ مطمئن ہو کر کام کریں ——— گرے ختم ہو چکا ہے اب انہیں کوئی بلیک میل نہیں کر سکے گا ——— اوور" عمران نے جواب دیا۔

"اچھا ——— مگر یہ سب کچھ ہوا کیسے ——— آپ کہاں غائب ہو گئے تھے ——— اوور" بلیک زیرو نے کہا۔

"تفصیلات کا موقع نہیں ہے ——— تم وزیر اعظم اور سر سلطان کو پیغام دینے کے بعد اپنے ساتھیوں سمیت فشین کالونی کی نیلے رنگ کی کوٹھی پر ریڈ کرو۔ میں وہیں موجود ہوں ——— اوور اینڈ آل" عمران نے کہا

اور پھر ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر کے اطمینان سے گانڈیلا اور گرے کی طرف مڑ گیا۔

اس نے دیکھا کہ گانڈیلا نے گرے کے دونوں ہاتھوں اور ٹانگوں کی ہڈیاں توڑ دی تھیں اور اب گرے کے سینے پر اپنے بھاری بھر کم مکے برسا رہا تھا۔ گرے بے ہوش ہونے کے قریب تھا۔

عمران بڑے اطمینان سے میز کے کنارے سے ٹک کر یہ تماشا دیکھنے لگا۔ اور پھر عمران نے دیکھا کہ گرے کی مدھم ہوتی ہوئی آنکھوں میں یکدم ایک چمک سی ابھری اور دوسرے لمحے اس نے سر اٹھا کر پوری قوت سے گانڈیلا کے ایک ہاتھ پر جس سے اس نے اس کی گردن پکڑ رکھی تھی اپنے دانت جما دیئے۔ گانڈیلا نے ایک جھٹکا دے کر اس کے دانتوں سے اپنا ہاتھ چھڑایا۔ مگر گرے کی آنکھوں میں عجیب سا اطمینان ابھر آیا تھا۔

دوسرا لمحہ عمران کے لئے بھی حیرت انگیز ثابت ہوا۔ جب اس نے دیوہیکل گانڈیلا کو اچانک زرد پڑتے دیکھا اور پھر چند ہی سیکنڈ میں گانڈیلا پہلو کے بل نیچے لڑھک گیا۔ اس کا پورا جسم تیزی سے زرد پڑتا جا رہا تھا۔ اور زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ کے بعد گانڈیلا کے منہ سے زرد رنگ کا مادہ بہہ نکلا۔ اور پھر اس نے تڑپ کر اپنا سر ایک طرف ڈال دیا۔ وہ ختم ہو چکا تھا۔

"زہر" ——— عمران گرے کی طرف دیکھتے ہوئے بڑبڑایا۔ وہ سمجھ گیا کہ گرے زہر کھانے کا عادی ہے اور گرے اس حد تک زہریلا ہو چکا ہے کہ اب زہریلے سے زہریلا سانپ بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اس نے اپنی مشین گن سیدھی کی اور دوسرے لمحے گرے پر گولیوں کی

بارش ہو گئی۔ چند لمحوں بعد گرے کا جسم گولیوں سے چھلنی ہو گیا تھا۔ اس کے زخموں سے خون کی بجائے زرد رنگ کا مادہ باہر نکل رہا تھا۔ اور ٹائیگر آنکھیں پھاڑے حیرت سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔

عمران کی مشین گن نے رخ بدلا اور پھر ڈاکٹر کے حلق سے بھی چیخ نکل گئی وہ بھی گولیوں کی بارش میں الٹ کر نیچے گرا۔ اور اس غریب کو تڑپنے کی مہلت بھی نہ ملی۔

"عمران صاحب ——— کیا گانڈیلا پر آپ نے ہپناٹزم کیا تھا"۔ ٹائیگر جو نجانے کب سے یہ سوال پوچھنے کے لئے بے قرار تھا۔ اس نے فوراً ہی سوال جڑ دیا۔

"ہاں ٹائیگر ——— اس کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ میں لڑائی بھڑائی میں اپنا وقت ضائع کرتا۔ گانڈیلا کا اعصابی نظام پہلے ہی میرے ہاتھوں کافی متاثر ہو چکا تھا۔ اس لئے اس بار بڑی آسانی سے ٹرانس میں آ گیا۔

"اور یہ گرے ——— اور زرد مادہ"؟ ٹائیگر نے مزید پوچھا۔

"گرے زہر کھانے کا عادی تھا۔ اس حد تک کہ وہ خود مجسم زہر بن چکا تھا"۔ عمران نے جواب دیا۔ اور پھر وہ گرے کی کرسی پر اطمینان سے بیٹھ کر بلیک زیرو اور اس کے ساتھیوں کا انتظار کرنے لگا۔ اسے اطمینان تھا کہ آخر کار اس نے ملک کو ایک بھیانک ترین خطرے سے بچا لیا۔

ختم شد